رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۴

ساداتِ قریش کا قومی جریدہ

"القریش"

امرتسر

مارچ ۱۹۴۴ء

ربیع الاول

جلد ۳۱ —— نمبر ۳

ایڈیٹر:-

محسن القوم محمد علی رونق صدیقی

مبارک ہو جہاں میں رحمۃ اللعالمین آیا

[illegible] رحمۃ اللعالمین آیا
رؤف آیا رحیم آیا کریم آیا امینؐ آیا

تعالی اللہ نبیؐ اولین و آخرین آیا
امام المرسلینؐ آیا شفیع المذنبین آیا

خدائے لامکاں کے عرش و کرسی کا مکین آیا
وہ جس کا تابع فرماں ہے روح الامین آیا

وہ آیا جس کے آنے سے ہوا ذکرِ خدا قائم
وہ آیا جس سے اک عالم کو ہے صدق و یقین آیا

وہ آیا ہے شرف جس کو خدا سے ہمکلامی کا
ملائک سے بھی جو حق سے ہے اقرب وہ قرین آیا

وہ آیا نور ہے جس کے بنا کون و مکاں سارا
جو تھا مخلوق جب آدم تھا بین ما و طین آیا

رہائی ظلمتِ عصیاں سے پائی جس سے خلقت نے
ملی جس سے ضیا دنیا کو وہ نورِ مبین آیا

محمدؐ سید و سرور، وہ مزمل و مدثر
جو رشکِ یوسفؑ یعقوبؑ کنعاں حسین آیا

زباں کے نطق نے اور ہونٹ نے لب کیلئے بوسے
زبان و لب پہ جب نامِ محمدؐ اسے قرین آیا

سوالی آپؐ کے در سے کوئی خالی نہیں لوٹا
رہا محروم رحمت جو کہ اس در پر نہیں آیا

خدا نے جن و انساں کی ہدایت کو اسے بھیجا
فرشتوں نے منادی کی شہِ دنیا و دین آیا

ردائے ہیبت سے جس کی پارہ پارہ قلب شیطاں کا — بصد تمکین و سطوت وہ سرو سالار دین آیا
فرشتے ہمرکاب اس کے جلو میں ساتھ ہوں جس کے — جو ہوگا جلوہ افگن بر سر عرش بریں آیا
اور آخر عمر تک جس کے صحابہ تا ابد ہونگے — جو زیر گنبد خضرا رہے خلوت گزیں آیا

سکھا کر کے مسلمانوں کو دینداری و جراری
انہیں کسریٰ و قیصر کا بنانے جانشیں آیا

نامی

سیرۃ النبی صلعم

سرورِ دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کا استقلال

مصلح و مبلغ کا نازک فرض انجام دینے کیلئے سب سے بڑی ضرورت اپنے استقلال اور فوق العادت عزم کی ہے کہ مصائب و موانع کو کوئی ترغیب و ترہیب اس کے پائے ارادہ اور قابل قدر سعی سے باز نہ رکھ سکے اور وہ غیر متزلزل استقامت اور عزم راسخ کے ساتھ اپنا کام کرتا ہے اور متواتر ناکامیوں اور مسلسل موانع پیش آنے سے مایوس و ہراساں نہ ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اور ہزاروں محاسن اخلاق سے بدرجہ کمال متصف تھے وہاں استقلال کامل اور عزم راسخ بھی آپ کے خلق عظیم کی ایک نمایاں خصوصیت تھی اپنے خدائے عزوجل کی طرف سے آپ جس خدمت کیلئے مامور ہوکر آئے تھے اس کے پورا کرنے میں آپ آخر عمر تک اسی سرگرمی و دلچسپی سے کوشاں رہے۔ جو ماموران الٰہی کا خاصہ ہے۔ سخت سے سخت مزاحمت اور شدید ترین مخالفت بھی آپ کو اپنے فرائض کے انجام دینے سے باز نہیں رکھ سکی۔ اور آپ نے اپنے نیک مقاصد کی تکمیل میں کسی لائم کی ملامت اور کسی لاعن کی لعنت کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ کسی مایوسی و ناامیدی نے آپ کے عزم راسخ میں کبھی کوئی تغیر پیدا کیا۔

آپ کی ذات مستجمع الصفات تبلیغ اسلام کے لئے ایک ایسی قوم میں مبعوث کی گئی تھی۔ جو علوم سے بے بہرہ۔ مصالحت اور درگذر سے ناآشنا اور جملہ صفات انسانی سے معرا تھی۔ اس کو توحید و صداقت کی دعوت و اشاعت میں سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں۔ ملک کا ملک دشمن تھا۔ اور قوم تشنہ خون تھی۔ صاحب قوت و زور اپنی پوری طاقت سے مخالفت پر آمادہ تھے۔ بایں ہمہ آپ کے عزم و استقلال اور استقامت کا یہ حال تھا۔ کہ نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ اپنی کل قوم کے عادات و طبائع۔ رسوم و رواج کے برخلاف توحید کا سبق سکھایا۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ یہ ایک ایسی دلفریب صدا تھی۔ جس سے دیکھتے ہی دیکھتے دشت و جبل گونج اٹھے۔ اور ہر اونگھنے والا چونک گیا۔ اور انہوں نے اس آواز کی مخالفت کو اپنا نصب العین ٹھیرایا۔ اور آپ کی جان کے درپے ہو گئے باوجودیکہ تمام قوم ہم محلہ ہم سایہ حتیٰ کہ رشتہ دار بھی آپ کے مخالف تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سخت خطرے میں تھی۔ مگر

وہ رہے استقلال و استقامت آپ پیغام حق کے سنانے اور
دعوت الی الخیر کے پہنچانے سے دستکش نہ ہوئے بلکہ پہلے سے
بھی زیادہ تبلیغ اسلام کے لئے سرگرمی سے کوشش شروع
کی۔ اسی استقلال و استقامت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی زندگی ہی
میں کل قوم عرب دین متین کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئی
حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مجنون کہتے تھے
جیسا کہ قرآن کریم میں ہے وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ (پ ۲۹
سورۃ القلم ع ۲) اور کہتے ہیں کہ یہ (شخص) تو ایک دیوانہ ہے"
جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی۔
مَا اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا
غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ (پ ۲۹ سورۃ القلم ع ۱)
(اے نبی!) تم اپنے پروردگار کے فضل سے (ہرگز) دیوانے
نہیں ہو (جیسا کہ کافر کہتے ہیں) اور بلاشبہ (تبلیغ رسالت کے
صلے میں) تم کو ایسا اجر ملنے والا ہے جس کا سلسلہ کبھی نہیں
ٹوٹے گا"

مجنون سے ان کی مراد وہ پاگل یا سودائی یا دیوانہ نہیں
تھی جو بازاروں میں وحشیانہ حالت میں ادھر ادھر پھرتے ہیں
اس معنی میں تو مجنون کا لفظ کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
نسبت کہہ نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ وہ صریحاً دیکھتے تھے۔ کہ آپ
کی اخلاقی تعلیم ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ کہ کوئی بڑے سے بڑا دانشمند
اور حکیم بھی ایسی تعلیم نہیں دے سکتا۔ بلکہ وہ آپ کو اور ہی معنوں
میں مجنون کہتے تھے۔ یعنی یہ کہ وہ عجیب دھنی آدمی ہے۔ ایک
بات کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ ہرگز اسے چھوڑنا نہیں چاہتا۔
اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو یہی فرمایا تھا۔
فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ - (اے نبی) جن باتوں کا
تجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ اس پر پوری استقامت رکھ (تاکہ تیرے
پائے ثبات میں لغزش نہ آئے)

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ - اپنے رب کی عبادت
کر اور ایسا فوق العادت استقلال و ثبات دکھا۔ کہ موت تک
تیرے حرکات و استقلال و افعال میں فرق نہ آئے۔"
وہ آواز جو شروع میں مکہ کے اندر آپ کے منہ سے نکلی تھی
وہ بجائے پست ہونے کے روز بروز زیادہ بلند ہوتی گئی۔ تکلیفیں
اٹھائیں۔ ہزاروں اذیتیں سہیں۔ آپ کے قتل اور قید کے منصوبے
سوچے گئے وطن چھوڑا گیا۔ ہر قسم کی ترغیبات پیش کی
گئیں۔ تمام کفار سارا عرب آپ کی مخالفت پر تل گیا۔ مگر ان میں
سے کوئی بات بھی آپ کی اس پہلی آواز کو نہ مٹا سکی اور آپ
نے غیر معمولی صبر و تحمل سے ان تمام مصائب کو برداشت کیا۔
پھر جب مدینہ طیبہ میں آپ کو عروج نصیب ہوا۔ تو تمام کفار
تتر بتر اور مستقر ہو گئے۔ اور ہر طرح امن و امان ہو گیا۔ اور
کوئی روک باقی نہ رہی۔ اس وقت بھی وہی آواز یعنی کلمہ طیبہ
اس پاک رسول کی زبان پر تھا۔ یہ فوق العادت استقلال اور
خارق عادت استقامت ہی ایک ایسی شئے تھی۔ جو دنیا میں
ایک بالکل نئی اور عظیم انقلاب پیدا کرنے کی اصل اصول
تھی۔ اور یہی آپ کی کامیابی کی جڑ تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا
کہ جس زمین اور جس جگہ پر ناموس بجتے تھے۔ لات و عزیٰ کی
پوجا ہوتی تھی۔ آفتاب و ماہتاب اور ستارے خدا مانے جاتے
تھے۔ وہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی
آواز آنے لگی۔ اور جہاں شراب۔ زناکاریاں۔ علانیہ فسق و فجور
اور نہایت ناپاک اور گندے کام ہوتے تھے۔ وہاں خدائے
پاک کی سچی توحید قائم ہونے کے بعد سچا تقویٰ و طہارت پھیل
گئی اور یہ سب کچھ آپ کے سچے استقلال اور پاک استقامت
کی بدولت ہوا۔ اور قیامت تک اسی سے ہو سکتا ہے۔
اس لئے ہر ایک مسلمان کو چاہیے۔ کہ خدائے پاک کے راستے
میں جب اس پر کوئی مصیبت آئے۔ تو گھبرا نہ جائے کسی طرح

کا شکوہ و شکایت نہ کرے۔ اور بڑے صبر سے اُسے سہے ۔حضور انور نے ہزاروں مصیبتیں سہیں۔ لاکھوں دکھ اٹھائے۔ پر جس نیک کام کو شروع کیا تھا۔ ہرگز نہ چھوڑا۔ اور جب تک اس کو پورا نہ کر لیا۔ آرام نہ لیا۔ پس ہمیں بھی چاہیئے کہ اس اسوۂ حسنہ کی تقلید کریں۔ اور جس نیک کام کو شروع کریں۔ اگرچہ تکلیفیں بھی پہنچیں اور مصیبتیں بھی اٹھائیں۔ پر اس کام کو پورا ہی کر کے چھوڑیں۔

حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنا تمام وقت کلمۃ اللہ کی تبلیغ اور اعدا و اللہ سے مقابلہ میں صرف کیا۔ قرآن کریم کو پڑھ کر دیکھو کہ وہ باطل سے کیسی خوفناک ٹکریں لگاتا ہے۔ آپ اس کو عمل میں لا کر دکھانے والے تھے۔ اگر آپ کی سوانح سے کوئی واقف نہ بھی ہو۔ جب بھی قرآن کریم کے عمل سے پتا لگا سکتا ہے۔ کہ کس قدر عظیم الشان کام آپ کے سپرد تھا۔ اور اس سے قیاس کر سکتا ہے۔ کہ کس قدر آرام اور تن آسانی سے آپ کی زندگی بسر ہوتی ہوگی۔ جتنے مصائب آپ پر آئے۔ اگر کسی اور شخص پر آتے تو وہ جلدی مر جاتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ کیسے استقلال و استقامت کا نمونہ ہیں۔ آپ کیسے صابر و شاکر ہیں۔ گیارہ بچے فوت ہو جاتے ہیں۔ اور آپ اُف تک نہیں کرتے۔ عزیز سے عزیز رشتہ دار اور عزیز سے عزیز صحابی شہید ہو گئے۔ مگر آپ ہر حالت میں رضا بالقضا کا نمونہ ہی دکھلاتے رہے اور آپ کے ارادوں میں کسی قسم کے فتور یا لغزش کا نام تک نہ آیا۔ ثابت قدمی و اولوالعزمی کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے؟

جہاں تک تاریخ عالم کا تعلق ہے۔ دنیا کسی ایسی نظیر سے خالی نظر آتی ہے۔ کہ ایک ایسے نادار یتیم بچے نے بچپن سے لیکر عمر کے آخری دور تک اس قدر متضاد اور مختلف خوبیوں کو اپنے اندر جمع کیا ہو۔ حضور انور کی ذات پاک اخلاق حسنہ اور کمالات انسانی کی ایسی جامع تھی۔ کہ ہر وقت اور ہر جگہ انہی خوبیوں کا پرتو پڑتا تھا۔ مکہ معظمہ میں جبکہ دکھ و مصیبت کا سامنا تھا۔ صبر و ثبات تحمل و استقامت رضا و تسلیم کا جلوہ نظر آتا تھا۔ مدینہ طیبہ میں جبکہ اطمینان اور راحت نصیب ہوئی۔ شکر و عطا۔ جود و سخا۔ عفو و کرم کا نور چمکنے لگا۔

انسان جس قدر مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور دنیا میں اس پر آفتیں آتی ہیں۔ یہ سب شامت اعمال ہی سے آتی ہیں۔ بعض لوگ اس دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ ہم پر اگر مصیبتیں آئیں تو کیا ہوا؟ انبیاء علیہم السلام پر بھی مصیبتیں آئی ہیں۔ لیکن وہ نہیں جانتے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کی مصائب میں لذت ہوتی ہے۔ وہ قرب الٰہی کے بڑھانے کا موجب ہوتی ہیں اُن سے محبت الٰہی بڑھتی ہے اور ان کا فوق العادت استقلال و استقامت اور رضا و تسلیم اعلیٰ درجہ کی معرفت کا باعث بنتے ہیں برخلاف اس کے یہ مصیبتیں اور بلائیں اور وبائیں جو گناہ ہوں کی شامت سے آتی ہیں۔ ان میں ضد اور تکلیف کے علاوہ خدا سے بُعد ہوتا ہے اور ایک تاریکی چھا جاتی ہے۔ آخر بالکل تباہی اور بربادی ہو جاتی ہے۔ خدا کے راستہ میں حضور انور کو کس قدر تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انہیں آپ کو ایک راحت اور لذت محسوس ہوتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مخالفوں کی ہر ایک کوشش آپ کے پائے ثبات کو متزلزل نہیں کر سکی۔

حضور انور کی زندگی کے واقعات میں ایک روشن اور درخشندہ واقعہ یہ ہے۔ جس سے آپ کے استقلال اور استقامت پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ کہ جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ ظلم اور عداوت سے کامیابی نہیں ہوتی۔ اور عام مظالم سے کام نہیں چلتا۔ تو عمائدین قریش نے ارادہ کیا کہ حضور کو قتل کر دیں۔ لیکن اس قتل کرنے سے پہلے انہوں نے پھر ایک دفعہ لالچ دے کر آزمانا چاہا۔ اور آپ کو تبلیغ حق سے روکنے

یکی منفعت میں کیونکہ روپیہ عزت حکومت یہی تینوں چیزیں ہیں جو انسان کا نصب العین ہوا کرتی ہیں۔ اسی لئے عمائدین قریش اپنے معبودوں کی عزت میں انہی تینوں چیزوں کا لالچ دینے کیلئے سب مل کر آپکے پاس آئے۔ ان میں سے ایک مشہور سردار جس کا نام عتبہ تھا۔ آپ سے اس طرح مخاطب ہوا کہ :-

میرے بھتیجے محمدؐ! ہم اب تیرے سامنے ایک تجویز پیش کرتے ہیں۔ تو اس پر غور کر۔ اور اگر تجھے پسند خاطر ہو تو تُو اسے قبول کر۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر تیرا اس کاروائی سے مال و دولت جمع کرنا مقصود ہے تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں۔ کہ تو مالا مال ہو جائے بلکہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنی دولت نہ ہوگی۔ اگر تجھے عزت کی خواہش ہے۔ تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں۔ اگر تجھے حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہ عرب بنا دیتے ہیں۔ تو ہم سب کا امیر اور بادشاہ ہوگا۔ اور کوئی امر تیرے مشورہ کے خلاف نہ کریں گے۔ اور اگر کوئی عورت چاہیئے تو ہم اعلیٰ درجہ کی جمیلہ حسینہ عورت تجھے لا دینگے یا جو کوئی پسند خاطر ہو چکی ہو۔ وہ بھی حاضر ہو سکتی ہے۔ مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو۔ کہ ہمارے خداؤں اور معبودوں کی توہین اور تنگ نہ کیا کرو۔ یا کم از کم ان کے متعلق کچھ نہ کہا کرو۔ اگر تمہارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے۔ تو بتلا دو کہ ہم تمہارا علاج کرائیں۔"

حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

"جو کچھ تم نے میری بابت کہا۔ وہ ذرا بھی صحیح نہیں مجھے مال عزت و دولت حکومت اور عورت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں۔ میری حقیقت تم کو قرآن پاک کے اس کلام سے معلوم ہوگی۔ (پھر مندرجہ ذیل آیات تلاوت فرمائیں)

حٰمٓ تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ بَشِيرًا وَّنَذِيرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْۤا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۔ (پ ۲۴ س حم السجدہ ع ۱/۱۵)

یہ فرمان خدائے رحمٰن و رحیم کے حضور سے صادر ہوتا ہے۔ یہ قرآن کتاب ہے جس کی باتیں عربی زبان میں سمجھدار لوگوں کیلئے تفصیل کے ساتھ بیان کر دی گئی ہیں۔ جو لوگ خدا کا حکم مانتے ہیں ان کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے۔ اور جو انکار کرتے ہیں انکو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منہ موڑ لیا۔ وہ اسے سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر اثر نہیں۔ اور ہمارے کان اس کے شنوا نہیں۔ اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے۔ تم اپنی تدبیر کرو۔ ہم اپنی تدبیر کر رہے ہیں۔

اے نبی ان لوگوں سے کہدیجئے۔ کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے۔ اور خدا کے فرشتے نے یہ بتلا دیا ہے۔ کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے۔ اسی کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے۔ جو شرک کرتے ہیں۔ اور صدقہ نہیں دیتے۔ اور آخرت کا انکار کرتے ہیں لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔ ان کیلئے آخرت میں بڑا اجر ہے۔"

ان آیات کی تلاوت ختم فرما کر حضور نے ارشاد فرمایا۔ "اے ابا الولید تو نے سنا اب تجھے اختیار ہے۔ کہ ان دو راہوں سے جو چاہے جس راہ کو چاہے اختیار کر لے۔ (ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ و ۱۸۶)

اس لالچ کی تدبیر سے بھی جب عمائد قریش کامیاب نہ ہوئے تو تمام قبائل کے سرداروں کو جمع کر کے آپ کے چچا ابو طالب کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے :-

"ہم نے آپ کا بہت ادب کیا۔ مگر ایک حد تک اب ہم سے تیرے بھتیجے کی باتیں نہیں جاتیں۔ وہ ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے۔ اتنا سخت سست کہنے لگا ہے۔ کہ اب ہم صبر نہیں کر سکتے۔ اب آپ مہربانی کر کے انہیں سمجھا دیں۔ کہ آئندہ سے اپنی زبان بند کر لیں۔ ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے۔ اور ان کی جانبداروں سے بھی اچھی طرح سمجھ لیں گے۔ اور تم اکیلے سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔ ابو طالب سمجھے کہ اب معاملہ نازک ہوگیا۔ سارے مکہ کی عداوت کو دیکھ کر ان کا دل درد اور محبت سے بھر گیا۔ چونکہ ان کو یقین ہوگیا۔ کہ اب آپ کی جان عزیز سخت خطرے میں ہے۔ اس لئے انہوں نے حضور کو اپنے پاس بلا کر سمجھانا شروع کیا۔ کہ بیٹا! اب تم خاموش رہو۔ بت پرستی کا رد نہ کیا کرو۔ ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمائت نہ کر سکوں گا۔ بھتیجے! تو اپنے آپ کو اور مجھ کو بچالے۔ اور مجھ پر وہ بوجھ نہ ڈال کہ جس کی متحمل میری ضعیف ہڈیاں نہیں"

ابو طالب جیسے مہربان اور حامی چچا کے ان دردناک اور محبت آمیز الفاظ نے حضور انور (فداہ ابی و امی) کے استقلال و استقامت میں مطلقاً کوئی تغیر پیدا نہیں کیا۔ حالانکہ آپؐ دیکھ رہے ہیں۔ کہ اب چچا کی اس بات سے رہی سہی جو کچھ طاقت و حمائت ہے وہ بھی جا رہی ہے۔ آپؐ ذرا اپنے مالک الملک صاحب قوت خدا پر بھروسہ کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے اور کمال استقلال و اطمینان کے ساتھ فرمایا:۔

"اے چچا اگر یہ لوگ سورج[1] کو میرے داہنے ہاتھ پر رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر تب بھی میں اپنے کام (تبلیغ حق) سے نہ ہٹونگا اور خدا ئے پاک کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ خواہ اس کوشش میں میری جان بھی جاتی رہے" (سیرت ابن ہشام صفحہ ۸۹۔ جلد اول)

یہ پاک و صاف اور پر جوش الفاظ فرما کر آپ کے آنسو بھر آئے اور وہاں سے منہ پھیر کر باہر تشریف لے آئے۔ بزرگ ابو طالب یہ الفاظ سنکر ششدر و حیران رہ گئے۔ اور آپ کی اس حیرت انگیز استقامت نے ان کے دل پر ایسا گہرا اثر کیا۔ کہ آپ کو چھوڑ دینے یا تبلیغ حق کے روکنے کا خیال بالکل محو ہوگیا۔ اور بے اختیار یہ بول اٹھے۔ کہ بھتیجے! تو جو چاہتا ہے کر۔ خدائے کعبہ کی قسم میں تجھ کو کبھی ترک نہ کرونگا"

اللہ اللہ یہ امتحان بھی کس قدر کڑا اور زبردست تھا مگر حضور انور نے اپنے چچا کو اس مختصر جملے میں بتلا دیا کہ تو کیا اور یہ عرب کیا۔ اور تمہاری حمائت کیا۔ اور ان کی عداوت کیا۔ میں تو اس خدائے پاک و برتر کے نام پر کہ جو کل طاقتوں اور عزتوں کا حقیقی مالک ہے اور اس کی پرستش و توحید کے قائم کرنے کے مقابل کل کائنات کی پرواہ نہیں رکھتا۔ جب تک میرا خدا میرے صدق کو ان پر ظاہر نہ کر دے۔ یا میں اس کوشش میں اپنی جان نہ دیدوں۔ میں اس مشن کی اشاعت سے کہ جس پر میرے خدا نے مجھ کو کھڑا کیا ہے۔ باز نہیں رہ سکتا۔

سچ ہے۔ "الاستقامۃ فوق الکرامۃ" (استقامت نے فی الواقعہ کرامت سے بڑھ کر ہوتی ہے) یہ وہ کچھ کر سکتی ہے۔ جو سحر اور جادو سے ممکن نہیں اسی استقامت کی وجہ سے آپؐ اور آپ کا سچا مشن کامیاب ہوا۔ اور ایسا کامیاب ہوا کہ مخالفین اب تک حیران ہیں کہ اتنی قلیل مدت میں آپ کا دین کس سرعت اور تیزی کے ساتھ پھیلا۔ کہ جس کی نظیر انبیاء سابقین میں تلاش کرنی محال بلکہ ناممکن ہے۔ پس آپ کے اس خاص کمال کو دیکھ کر

---

[1] اس عجیب جواب میں اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ دنیا کی کوئی بھی چیز نہیں جس کی خلق بقا اور قیام میں سورج اور چاند کو دخل نہ ہو ہماری کل اغذیہ کل ملبوسات اور دیگر اشیائے مفیدہ بلکہ کل کی کل دنیا اور مافیہا کا قیام سورج اور چاند کی ہستی کے ساتھ وابستہ ہے سائنسدان لوگ اس امر سے خوب واقف ہیں حضور کا مطلب یہ تھا۔ کہ اگر قریش کل دنیا اور مافیہا کو میرے قبضہ میں دیدیں تب بھی تبلیغ حق سے نہیں رک سکتا ۱۲

ماننا پڑتا ہے۔ کہ آپ عزم اور خلق استقامت کو کامل مظہر اُتم تھے اور یہی آپ کی کامیابیوں کی کلید تھی۔ جس کو دیکھ کر مخالفین کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا۔ کہ آپ سچے نبی تھے۔ چنانچہ مسٹر باسورتھ سمتھ صاحب اس واقعہ کو لکھ کر کہتے ہیں کہ: یہ کلام اور یہ چلن ایک جھوٹے مدعی رسالت کا نہیں ہو سکتا۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم)

خاکسار محمد عظیم عفا اللہ عنہ

حاصل مطالعہ

اخبار الاخیار فی اسرار الابرار حضرت مولانا عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی تصنیف ہے۔ آپ عہد جہانگیر کے مشہور بزرگ ہیں تزک جہانگیری میں آپ کا ذکر خیر موجود ہے۔ آپ ہی پہلے محدث ہیں جنہوں نے علم حدیث حجاز سے حاصل کر کے ہندوستان میں رائج کیا۔ مندرجہ عنوان کتاب اولیائے کرام کے حالات پر مشتمل ہے۔ اور مضامین ذیل اس سے ماخوذ ہیں۔ (نامی)

حل مسئلہ پیچیدہ

ایک دفعہ بلادِ عجم سے حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رح کی خدمت میں ایک پیچیدہ مسئلہ برائے حل آیا۔ جو یہ تھا۔ کہ ایک شخص نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں حق تعالیٰ کی ایسے وقت میں اور ایسی جگہ عبادت نہ کروں۔ جس وقت اور جس جگہ اور کوئی انسان مشغول عبادت نہ ہو۔ تو میری بیوی پر تین طلاق۔ استفتا یہ تھا۔ کہ وہ کس جگہ اور کس وقت کوئی عبادت کرے۔ تاکہ اس کی قسم پوری ہو جائے۔ اس مسئلہ کے حل میں علماء عراقین عاجز اور متحیر تھے۔ حضرت جیلانی رح نے دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ اس شخص کیلئے خانہ کعبہ کی جائے طواف خالی کر دو۔ تاکہ وہ تنہا طواف کرے۔ اور اپنی قسم میں پورا اترے۔ کیونکہ طواف بھی ایک عبادت ہے۔ جو وہ اکیلا کرے گا اور اس وقت اور کوئی یہ عبادت نہ کر رہا ہو گا۔

مستحق وغیر مستحق

حضرت جیلانی رح کے پاس ایک شخص کچھ مال لایا۔ کہ یہ غیر زکوٰۃ ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ فقراء و مساکین پر صرف کروں۔ مگر مجھے مستحق و غیر مستحق کا پتہ نہیں۔ حضور رح جسے مستحق سمجھیں تقسیم فرما دیں۔ آپ نے فرمایا جسے چاہو دے دو۔ خواہ مستحق ہو یا نہ ہو تاکہ حق تعالیٰ تجھے بھی وہ چیز دے جس کے تم مستحق ہو یا مستحق نہیں ہو۔

دعائے بارش

ایک دفعہ غزنی میں سخت امساک باراں ہو گیا۔ خلقت شیخ محمد علی شیرازی کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ کہ دعا کریں کہ خدا نزول باراں رحمت کرے۔ آپ یہ بات سن کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور خلقت آپ کے پیچھے تھی۔ آگے ایک باغ آیا۔ آپ اس میں گھس گئے۔ باغبان درخت کے نیچے سویا پڑا تھا۔ اُسے اٹھایا اور کہا درخت خشک ہو رہے ہیں۔ اُٹھ انہیں پانی دے۔ باغبان نے جواب دیا۔ باغ بھی میرا اور درخت بھی میرے جب پانی دینے کی حاجت ہوگی دے دونگا۔ شیخ نے یہ سنکر اسے کہا۔ کہ اس خلقت کو جو میرے پیچھے پڑی ہے کیوں منع نہیں کرتے۔ کہ ہم خدا کے بندے ہیں اور زمین بھی خدا کی ہے۔ جس وقت وہ چاہے گا بارش برسا دیگا۔ یہ بات کر کے آپ واپس آ گئے۔ ان کے پیچھے اتنا مینہ برسا کہ حد نہ رہی۔

قلب بجائے سترہ

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء دہلوی کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ

شیخ عثمان حیرت آبادی (؟) بڑے بزرگ تھے۔ ان کی تفصیلات ہیں بڑی معتبر۔ آپ سبزی پکا کر بیچا کرتے۔ کوئی ان کو کھوٹا پیسہ بھی دے جاتا۔ تو بھی لے لیتے۔ لوگوں نے جانا کہ انہیں کھوٹے کھرے کی تمیز نہیں ہے۔ وفات کے وقت آپ نے منہ آسمان کی طرف کر کے کہا۔ خداوندا تجھے معلوم ہے۔ کہ خلقت مجھے کھوٹے پیسے دیتی رہی اور میں اسے کھرے کی بجائے قبول کرتا رہا۔ اور لوٹاتا نہیں رہا۔ اگر میری عبادت میں کچھ کھوٹ ہے تو اپنے کرم سے اسے رد نہ کرنا۔

صاحب اولاد کی قبولیت دعا میں تاخیر

شیخ فرید نبیرہ شیخ حمید الدین صوفیؒ سرور الصدور میں صوفی صاحب موصوف سے نقل کرتے ہیں کہ جب ہمارے خواجہ بزرگوار (حضرت معین الدین چشتی سنجریؒ) کے ہاں اولاد پیدا ہوئی تو آپ نے ایک دن مجھے پوچھا کہ اے حمید یہ کیا معاملہ ہے۔ کہ جب ہم قوی اور جوان تھے۔ اس وقت درگاہ رب العزت سے جو طلب کرتے تھے۔ فوراً مل جاتا تھا۔ اور اب کہ ہم پیر اور ضعیف ہو گئے ہیں جب دعا مانگتے ہیں تو دیر سے قبول ہوتی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کہ جب مریم رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عیسیٰ تولد نہیں ہوئے تھے۔ تو انہیں موسم سرما کے میوے موسم گرما میں اور گرما کے سرما میں بے محنت محراب میں مل جاتے تھے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بعد مریم منتظر تھیں۔ کہ اسی طرح رزق پہنچے گا۔ مگر حکم آیا۔ کہ ہزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا یعنی خرما کی شاخوں کو ہلاؤ تاکہ تم پر تازہ خرمے جھڑیں۔ دونوں حالتوں میں کس قدر فرق ہوا۔ خواجہ بزرگوار نے میرا یہ جواب قبول اور پسند کیا۔

بلا کے بعد عطا

شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ المنیری (مرید خواجہ نجیب الدین فردوسی مرید شیخ نظام الدین اولیا) کی تصانیف عالیہ میں سے مکتوبات بہت مشہور ہیں۔ آپ نے اپنے مرید شیخ مظفر بلخی کو جو خط لکھے وہ چونکہ ان کے لئے خاص تھے اس لئے انہوں نے کسی کو نہیں دکھائے۔ اور حسب وصیت ان کے ساتھ کفن میں رکھ کر دفن کر دیئے گئے۔ صرف چند خط ایک خریطے میں پڑے رہے۔ ان میں سے ایک کا ترجمہ حسب ذیل ہے ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است ✦ زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(یعنی مسلمانوں کی قوم کو جو مصیبت پیش آئے۔ اسکی تہ میں اللہ کے کرم کا خزانہ ہوتا ہے۔ برادر اعز امام مظفر سلام ودعائے کاتب صرف مطالعہ کرو۔ اپنے کام میں مردانہ رہو کاموں کی سختیوں، ابتلا کی کثرت اور گوناگوں امتحانات میں ثابت قدم رہو۔ خداوند جل وعلا کے کاموں میں چون وچرا کو دخل نہ دو۔ انسان نہیں کہہ سکتا۔ کہ اسے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے اقبال وفتوح کس راہ سے ظاہر ہوگا۔ نعمت کے ذریعے یا محنت کے ذریعے یا عطا کے واسطہ سے یا بلا کے واسطے حضرت موسیٰ پیغامبر صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کی مثال اس مسئلہ میں کافی شاہد ہے۔ آپ پیدائش کے بعد تنور میں ڈالے گئے پھر تابوت میں رکھ کر دریا برد کئے گئے پھر انہی کے ہاتھ دشمن کو ورطہ ہلاکت میں ڈالا۔ انہی کے ہاتھ سے قبطی کی موت مقدر کی۔ پھر انہیں صحرائے غربت میں ڈالا گیا۔ دس سال ان کو چرواہا بنایا گیا پھر ان پر اندھیری رات اور سیاہ بادل چھایا۔ بجلی کوندنے لگی۔ بھیڑیئے آئے اور بکریوں کو لے گئے۔ یہ راہ بھول گئے۔ بیوی کو دردزہ لاحق ہوا۔ سردی سے ٹھٹھرنے لگی۔ آگ پاس نہ تھی۔ چقماق سے بھی کچھ نہ نکلا۔ جب ہر طرف سے درماندہ اور عاجز ہو گئے۔ تو ناگاہ غیب سے فتوح ہوئی۔ بولے کہ انی آنست نارا (آگ لاتا ہوں) جب آگ لینے گئے اور ہری گل کھلا آواز آئی انی انا ربک فاخلع نعلیک الخ۔ میں تمہارا رب ہوں جوتی اتار دے تو طوی کی وادی مقدس میں ہے۔ میں نے تجھے اختیار کر لیا ہے۔

تاج شاہی اور درویشی

غریب انسانوں کے خون کے پیاسے تاج شاہی تو مغرور ہے تو سمجھتا ہے کہ دنیا پر ہمیشہ تیری حکومت رہی ہے۔ اس لئے تجھے عزت کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔ لیکن دنیا کی تاریخ سے تو نا آشنا ہے۔ اسی دنیا میں اور اسی زمین پر صدا پرستاران توحید کی گردنیں تو کبھی خم نہ کر سکا۔ اے تاج شاہی میں تجھے ان درویشی ٹھوکروں کی یاد دلانا چاہتا ہوں۔ جس نے تیری عزت کو پاش پاش کر دیا۔ اور یہ دکھا دیا کہ خدا کا سچا پرستار کبھی دنیاوی سطوت سے مرعوب نہیں ہو سکتا۔ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس وقت تک کتنے ایسے پرستاران توحید گذر چکے ہیں۔ جن کے قدموں میں تاج شاہی پڑا رہتا تھا۔ اور وہ اس تاج شاہی کو بے نیازی کے ساتھ ٹھکرا دیتے تھے۔ اور ان کی نگاہ میں تاج شاہی کاسہ گدائی سے بھی بدتر تھا۔ تاج والے اور تخت والے تمنائیں کرتے تھے۔ کہ ان کو باریابی کا شرف حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ سعادت بہت کم خوش نصیبوں کو میسر آئی ہے۔

حضرت محبوب الٰہی اور تاج شاہی

حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کے قدموں میں اسلامی تاجدار اپنا تاج ڈالنا چاہتے تھے۔ لیکن کبھی ان کو یہ سعادت حاصل نہ ہوئی۔ سلطان غیاث الدین تغلق اسی تمنا میں مر گیا۔ معز الدین کیقباد اس آرزو کو اپنے دل میں لے گیا۔ جلال الدین خلجی بھی آپ کے لئے تڑپتا رہا۔ لیکن وہ قتل ہو گیا۔ لیکن یہ سعادت نہ حاصل کر سکا۔ علاؤ الدین خلجی کی بھی یہ تمنا دل ہی دل میں رہ گئی۔ قطب الدین دہلی کے تخت پر بیٹھا تو تاج کے غرور نے اس سے کہا۔ کہ حضرت نظام الدین کو بھی جبراً دربار میں کھینچ بلانا چاہیئے۔ اس مقصد کے لئے وہ مادی قوتوں کو حرکت میں لانا چاہتا تھا۔ اس ارادہ کے ساتھ درباری کانپ گئے۔ لیکن قبل اس کے کہ شاہی تاج کی قوتیں حرکت میں آئیں سلطان قطب الدین پر اسرار طریقہ پر قتل ہو گیا۔ اور کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ اس کا کیا راز تھا۔ کچھ دن کے بعد دہلی کے تخت پر غیاث الدین تغلق بیٹھا۔ اسے حضرت نظام الدین اولیاء سے پرخاش تھی جب وہ بنگالہ کی مہم سے واپس آ رہا تھا۔ تو اس نے حکم بھیجا کہ آپ میرے دہلی پہنچنے سے پہلے شہر خالی کر دیں۔ وہ یہ حکم دے رہا تھا۔ اور قدرت مسکرا رہی تھی۔ وہ دہلی کی طرف بڑھا اور جب دہلی سے دو میل رہ گیا۔ تو اس کے بیٹے نے اسے ایک شاندار چوبی محل میں ٹھیرایا۔ محل برق ستم بن کر اس مغرور بادشاہ کے سر پر ٹوٹ پڑا۔ اس طرح ہمیشہ کیلئے اس کا چراغ زندگی گل ہو گیا۔

سلطان التمش کا تاج اور حضرت بختیار کاکی

سلطان التمش درویش صفت بادشاہ تھا۔ جب حضرت بختیار کاکی دہلی میں تشریف لائے اور دہلی کے قریب ایک جنگل میں قیام کیا تو سلطان کی مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ حاضر ہو کر ملتجی ہوئے کہ حضور جنگل سے شہر میں چلے چلیں۔ حضرت نے اس شاہی پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ سلطان برابر حاضر ہوتا رہا۔ اور حضرت سے فیض حاصل کرتا رہا۔ جب حضرت نے دیکھا کہ شاہانہ غرور فنا ہو چکا۔ اور درویشی رنگ نے شہنشاہیت کو ماند کر دیا ہے۔ تو آپ شہر چلنے پر راضی ہو گئے۔ التمش جو کبھی تاجدار تھا۔ اس نے بھی تاج کو علیحدہ اٹھا کر رکھ دیا وہ حکومت کرتا تھا۔ لیکن درویشوں کی طرح وہ محنت کرتا تھا۔ لیکن مزدوروں کی طرح وہ دہلی کا بادشاہ تھا۔ لیکن ایک فقیر بے نوا

کی طرح زندگی گذارتا تھا۔ حضرت بختیار کاکی کی ادنیٰ توجہ نے سلطان شمس الدین کے دل میں وہ نور پیدا کر دیا۔ کہ تاج و تخت سے نفرت محسوس ہونے لگی۔

حضرت مجدد الف ثانی قید خانے میں

شہنشاہ جہانگیر کے اہلکار حکومت کے نشہ میں بے خود تھے حضرت مجدد الف ثانی کی محبوبیت اور اثرات نے ان کیلئے سیاسی اندیشہ پیدا کر دیا تھا۔ یہ بدباطن اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح حضرت کو قید و بند میں ڈال دیں۔ وہ کامیاب ہو گئے اور کشاں کشاں آپ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ وحدت کی تجلیاں قید خانہ میں بھی پھیلنی شروع ہو گئیں۔ یہاں تک کہ جتنے کفار قیدی تھے۔ سب مسلمان ہو گئے۔ آپ کے مریدوں میں جوش پیدا ہوا۔ کہ جہانگیر کو قتل کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا وہ بیگناہ ہے یکایک جہانگیر کے مزاج میں انقلاب برپا ہوا۔ وہ حضور کو رہا کرنے کے لئے بے چین ہو گیا۔ فوراً حکم دیا۔ کہ حضرت کو رہا کر دیا جائے لوگوں کو حیرت تھی۔ کہ یکایک یہ تبدیلی کیسی۔ لیکن ان کو یہ نہیں معلوم تھا۔ کہ قدرت نے چپکے سے جہانگیر سے کچھ کہا تھا۔ رہائی کے بعد جہانگیر کا سر حضرت کے قدموں پر تھا۔ جب تک جہانگیر زندہ رہا وہ اپنی اس حرکت پر نادم رہا۔

حضرت منصور نے جان دیدی مگر معافی نہ مانگی

حضرت منصور شراب معرفت میں بیخود تھے۔ آپ کے خلاف سازشیں ہو رہی تھیں۔ وزیر کے روبرو پولیٹکل رنگ دے کر آپ کا معاملہ پیش کیا گیا۔ اور یقین دلایا گیا۔ کہ یہ شخص خدائی کا مدعی ہے۔ اپنے آپ کو زمین کا مالک بتاتا ہے۔ ایک بڑی جماعت اس کے ساتھ ہو گئی ہے۔ قاضی سے فتویٰ لیا گیا۔ قتل کی سزا دے دی گئی۔ جب آپ اسیر تھے تو ابن عطار نے انہیں کسی کی زبانی پیام بھجوایا۔ کہ معافی مانگ لو رہا ہو جاؤ گے۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ معافی مانگنے والا ہی موجود نہیں جو معافی مانگے۔

جذب کی حالت میں اس شاہی قیدی نے قید خانہ کی طرف انگلی اٹھائی قید خانہ کی دیوار شق ہو گئی۔ سب قیدی باہر چلے گئے۔ ایک قیدی نے کہا۔ آپ بھی باہر آئیے آپ نے جواب دیا۔ تم خلیفہ کے قیدی ہو اور ہم اللہ کے قیدی ہیں۔ ہم کبھی آزاد نہیں ہو سکتے۔

آپ کی اس کرامت کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ خلیفہ نے سولی کا حکم دے دیا۔ جب آپ کو سولی دی گئی۔ تو آپ کے خون کے قطروں سے جابجا ان انا الحق کا نقش بن گیا۔ حکومت نے منصور کو قید کیا تھا۔ لیکن منصور کو دوامی آزادی حاصل ہو گئی۔

حضرت بہاؤ الدین کی گرفتاری کا حکم

اوچ اور ملتان پر قباچہ حکومت کر رہا تھا۔ رعایا اس کے ظلم سے تنگ آ چکی تھی۔ قباچہ شب و روز عیش و عشرت اور رعایا کی تباہی میں مصروف رہتا تھا۔ حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی نے جب مخلوق خدا کو تڑپتا دیکھا تو شمس الدین التمش کے پاس شکایت نامہ بھجوا دیا۔ اتفاقاً یہ خطوط قباچہ کے ملازموں کے ہاتھ لگ گئے۔ قباچہ جسے تخت و تاج کے غرور نے مدہوش کر رکھا تھا۔ غصہ سے کانپنے لگا۔ اور اس نے آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ آپ کو گرفتار کر کے لایا گیا۔ اور خطوط کے بارے میں پوچھا گیا۔

آپ نے فرمایا۔ میں نے جو کچھ کیا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ جو کچھ تو کرنا چاہتا ہے کر۔ ان الفاظ نے قباچہ پر ایسا اثر کیا جیسے اس پر بجلی گر گئی ہو۔ قباچہ کانپ اٹھا۔ اس وقت اسے معلوم ہوا۔ کہ ایک درویش ٹھوکر کس طرح تاج و تخت تہ و بالا کر سکتی ہے۔ قباچہ نے نہایت احترام کے ساتھ آپ

کو رخصت کیا۔

نواب بہاولپور شاہ سلیمان تونسوی کے قدموں پر

حضرت شاہ سلیمان تونسوی ایک دفعہ سلطانپور میں مقیم تھے نواب بہاولپور قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ نواب صاحب دست بستہ کھڑے رہے۔ حضرت نے توجہ بھی نہ کی۔ نواب صاحب نے عرض کیا۔ میں حضور کا مرید ہوں۔ کیا حضور خفا ہیں۔ حضرت نے فرمایا تو نے . . . . صاحبزادہ صاحب مہاروی کو لکھا کہ میں مرید نہیں ہوں اس کے علاوہ ہمارے آدمیوں کو تیرے ملازم تنگ کر رہے ہیں۔ علماء فقراء کا تو منکر ہے اور پھر پوچھتا ہے کہ خفگی کا باعث کیا ہے۔ نواب صاحب کانپ گئے۔ اور خواجہ نور احمد صاحب سے دست بستہ التماس کی کہ خدا کیلئے میرا قصور معاف کرا دیجئے۔ حضرت نے اپنے مرشد زادے کی سفارش سے نواب صاحب کا قصور معاف کر دیا۔ نواب صاحب حضرت کے قدموں میں گر پڑے۔ اس وقت تاج شاہی کو درویشی ٹھکرا رہی تھی۔ لیکن بادشاہ اسے اپنی سعادت سمجھتا تھا۔

نئی روشنی کیا چاہتی ہے

تاج شاہی کو عاشقان توحید نے ہمیشہ ٹھکرایا ہے۔ اور اس کے چند واقعات میں دنیا کی نگاہوں کے سامنے پیش کر چکا ہوں لیکن پھر بھی نئی روشنی چاہتی ہے کہ روحانیت پر مادیت کو فتح حاصل ہو جائے۔ میں نئی روشنی کی ترقیوں سے کہتا ہوں کہ وہ روحانیت سے نہ ٹکرائیں۔ ورنہ وہ وقت دور نہیں ہے۔ کہ جب کوئی پوشیدہ روحانی قوت اس مادیت کو پارہ پارہ کر دے۔ زمانہ کہہ رہا ہے۔ کہ اب روحانیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں۔ کہ دنیا کی بنیادیں روحانیت پہ قائم ہیں۔ جس روز روحانیت نہ ہوگی یہ دنیا بھی نہیں رہے گی۔

مخیّر بہی خواہان قوم سے استدعا

"القریش" کے وہ مربّی و محسن، قوم کے وہ بہی خواہ، اصلاحی و ارتقائی امور سے دلچسپی رکھنے والے وہ حضرات جو قومی خدمات کے اس تواتر کو جاری رکھنے کیلئے معقول و معتدبہ رقوم کی ترسیل سے قومی جریدہ کی حمایت و اعانت فرمایا کرتے ہیں۔ کاغذ اور دیگر سامان طباعت کی صعب ترین گرانی کے اس ہولناک دور میں بکشادہ دلی دست امداد بڑھانے کے خوگر ہیں توجہ فرمائیں۔ القریش کی اشاعت کے تسلسل کا انحصار عام معاونین کے زرچندہ پر نہیں بلکہ اُن حضرات کی فیاضانہ توجہ پر موقوف ہے اس لئے انہیں اپنے روائتی ایثار سے کام لیکر کاربرداران القریش کی دستگیری میں دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ وَباللہِ التوفیق!

"مینجر"

تذکرہ برادری

خطوط و مراسلات

۱۔ مکرمی پیر غلام دستگیر نامی (ملتانی) کے گرامی نامہ سے یہ معلوم کر کے کہ حکومت پنجاب نے آپ کے صاحبزادہ پیر محمد افضل صاحب قریشی کو شاہدرہ کا آنریری مجسٹریٹ منتخب کیا ہے۔ قلبی مسرت ہوئی ہے۔ ہم اس اعزاز و افتخار پر پیر صاحب موصوف اور ان کے کامیاب فرزند کو دلی مبارکباد دیتے ہیں۔

۲۔ مکرمی قریشی محمد عبد الحق صاحب کے گرامی نامہ سے یہ معلوم ہو کر کہ آپ ہیڈ کلرک کے عہدہ سے ترقی کر کے "صوبیدار" ہو گئے ہیں انتہائی خوشی ہے۔ آپ ۵ ایبک بائری جہلم کے ہیڈ کلرک تھے اب آپ نے اپنی احسن کارگذاری اور نیک نیتی کی وجہ سے ممتاز حیثیت حاصل کر لی ہے۔ اس کامیابی پر ہم آپ کو دلی ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

۳۔ ایک خط سے یہ معلوم کر کے کہ سال نو کے خطابات میں مکرمی شیخ مرید حسین صاحب قریشی کو "خانصاحب" کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔ بیحد خوشی ہوئی۔ ہم اس اعزاز و افتخار پر شیخ صاحب کو مبارکباد دیتے ہیں۔

مولانا پیر غلام دستگیر صاحب نامی نے آپ کے اس خطاب پر جو قطعہ لکھا۔ وہ قارئین القریش کی دلچسپی اور شیخ صاحب موصوف کی اطلاع کے لئے درج ذیل ہے۔

شکر ہے اپنے قریشی بھائی ایک — ہو گئے سرکار انگریزی کے سر
پڑ گئے خاک مذلت کے طبق — دشمنوں کی فتنہ انگیزی کے سر

مراسلات

سیکرٹری صاحب انجمن "جامع القریش" علاقہ میواے ۲۸ر فروری کے جلسہ کی کارروائی کی رپورٹ میں لکھتے ہیں۔ کہ موجودہ حالات کے پیش نظر اراکین انجمن تجویز کر رہے ہیں۔ کہ زمینی ترقی کے لئے ایسے اسباب و ذرائع مہیا کئے جائیں۔ جو متوسط اور معمولی درجہ کے زمینداروں کی حمایت و اعانت کا موجب ہوں صاحب ثروت زمینداران قوم چاہتے ہیں۔ کہ ایک ایسا فنڈ قائم کیا جائے جس سے غریب زراعت پیشہ خود کاشت افراد برادری کی مالی امداد کی جا سکے۔ تاکہ وہ اس سرمایہ سے گلبہ رانی اور زراعت متعلقہ مال و سامان باآسانی بہم پہنچا سکیں۔ یہ سکیم امداد باہمی کے طور پر چلائی جائے گی۔ اور چھ رقوم دی جائیں گی۔ قرض حسنہ متصور ہونگی۔ ان کی واپسی کا سلسلہ جاری رہے گا۔ تاکہ ہر ضرورتمند زمیندار بوقت ضرورت مستفید ہو سکے۔ اس فنڈ میں پانچہزار روپے کے وعدے ہو چکے ہیں مزید کی توقع ہے۔

تجویز معقول، قابل ستائش اور لائق عمل ہے۔ اگر مقتدر ذی استطاعت حضرات حاجتمند زمینداران کی دستگیری کریں تو اس سے بیشتر فوائد مترتب ہونے کی توقع کی جا سکتی ہے اسی طرح

سیکرٹری صاحب "انجمن سادات قریش" احمد آباد کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ان کی جماعت مقامی طور پر ایک ایسی فرم کھولنے کے لئے سرمایہ بہم پہنچانے کی فکر کر رہی ہے۔ یہ فرم بڑے پیمانہ پر کھولی جائے گی۔ اور وسیع تجارتی کاروبار شروع کیا جائیگا۔ دیسی سامان زندگی کی خرید و فروخت، درآمد، برآمد پر سرمایہ لگایا جائیگا۔ نوجوانوں کو صنعت و حرفت اور معمولی دستکاریوں کی تعلیم دی جائے گی۔

متذکرہ دونو اطلاعیں ہماری مسرت کا باعث ہوئیں۔

شکر کا مقام ہے۔ کہ سادات قریش ایسی آرام طلب اور بے فکر قوم کے معززین کو تجارت صنعت و حرفت ایسے مفید ترین کاموں کی جانب توجہ ہوئی اور وہ میدان عمل میں آنے کیلئے تیار ہو رہے ہیں۔ خدا کرے کہ یہ تجویزیں زبانی جمع خرچ تک محدود نہ رہ جائیں۔ خداوند کریم کارپردازان کے عزائم میں استقلال و برکت دے۔ آمین!

قومی جلسہ کی تجویز

سیکرٹری صاحب انجمن "فلاح القریش" فیض آباد تحریر فرماتے ہیں، کہ اراکین انجمن کے زیر اہتمام تین سال سے ایک دینی سکول جاری ہے۔ جسے گذشتہ سال مزید اخراجات برداشت کر کے مڈل کے درجہ تک پہنچا دیا گیا تھا۔ سکول نے خاطر خواہ ترقی کی ہے۔ طلباء کی مقدار کافی سے بھی زیادہ ہو چکی ہے۔ اب سکول کمیٹی اور ممبران انجمن کا خیال ہے۔ کہ اسے ہائی کے درجہ تک ترقی دی جائے جس میں صنعت و حرفت کی ایک کلاس بھی ہو۔ لیکن جماعت کی خواہش ہے۔ کہ اس موقعہ پر ایک قومی جلسہ منعقد کیا جائے۔ تاکہ سکول کے افتتاح کے ساتھ ساتھ بعض قومی امور کی تکمیل بھی ہو جائے۔ اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے اراکین نے تجویز کیا ہے۔ کہ قوم کی مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" کو عام جلسہ کی دعوت دی جائے۔ جلسہ کی صدارت کیلئے غور و فکر ہو رہا ہے۔ مخلص، مخیر، ذی وقار صاحب ثروت حضرات کے نام پیش نظر ہیں۔ آپ سے استدعا ہے۔ کہ آپ بھی اپنی وسیع معلومات کی بنا پر مختص حضرات کے نام تحریر فرمائیں۔ تاکہ تحریک کی جا سکے۔ جماعت کا خیال ہے۔ کہ آپ جو اسماء پیش کریں گے وہ بہر نوع موزوں و مناسب ہونگے۔ جواب موصول ہونے پر استقبالیہ کمیٹی کی تشکیل عمل میں لائی جائے گی۔ چونکہ "ندوۃ القریش" کے معزز اراکین کو قبول دعوت میں بظاہر کوئی انکار کی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے مزید اصرار و تقاضہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ تاہم آپ سے مخلصانہ استدعا ہے۔ کہ آپ اس مراسلہ کو "ندوۃ القریش" کی مجلس عاملہ کے اجلاس میں پورے زور اور سفارش کے ساتھ پیش کر کے تشکر و امتنان کا موقعہ دیں گے۔

سکول کے اجراء اور اسے مڈل کے درجہ تک پہنچانے کے متعلق ہمیں پیشتر ازیں کبھی مطلع نہیں کیا گیا۔ بہرحال نہایت مبارک کوششیں ہیں۔ سکول کو بہمہ وجوہ کامیابی کے ساتھ چلانے میں جو مساعی آپ کی جماعت نے کی ہیں وہ قابل تعریف اور لائق ستائش ہیں۔ اور اب یہ معلوم کر کے کہ اس تعلیمی ادارہ کو آپ ہائی کے درجہ تک پہنچانے کیلئے سعی بلیغ کر رہے ہیں۔ تبریک و تہنیت کے پھول نچھاور کرنے کو جی چاہتا ہے۔ خداوند کریم توفیق اور اجر عظیم عطا کرے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ ایسے موقعہ پر جلسہ مفید اور نتیجہ خیز ہوگا۔ صدارت کیلئے عالیجناب میجر شمس الدین صاحب قریشی بالقابہ وزیر تعلیم بہاولپور۔ عالیجناب کرنل مقبول حسن صاحب قریشی ہوم منسٹر اعلیحضرت والئے بہاولپور۔ خان بہادر نواب محمد حیات صاحب قریشی رئیس اعظم لاہور، نوابزادہ قریشی محمد سعید صاحب رئیس اعظم آنریری مجسٹریٹ شاہ پور ایسی کئی مقتدر شخصیتیں ہیں۔ اور بہت سے نام پیش کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اول الذکر دو حضرات کو میں ترجیح دیتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ قبول فرمائیں۔ آپ کا مراسلہ اجلاس میں پیش کرنے کیلئے سیکرٹری صاحب کے حوالے کر دیا جائیگا۔ اور بروقت سفارش بھی کر دی جائے گی۔ بہرحال آپ کی انجمن کی یہ مساعی قابل داد ہیں۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء۔

جوابات

۱۔ مکرمی مولانا پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی کی خدمت

ہیں جو ابًا التماس ہے۔ کہ آپ کا مضمون "سیادت قریش" مطبوعہ القریش یاد نہیں کونسی، درکس ماہ د سال کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ تلاش کرنے کے بعد آپ کی فرمائش کی تعمیل کی کوشش کی جائے گی۔ انتظار فرمائیں۔

۲۔ سکرٹری صاحب انجمن قریش بارہ بنکی کے مراسلہ کے جواب میں مطبوعہ کاغذات ارسال ہو چکے ہیں۔ آپ دستور العمل مرتب کرتے وقت مندرجہ ہدایات لبغور مطالعہ کریں۔

۳۔ قریشی فضل الٰہی کی خدمت میں جوابًا التماس ہے۔ کہ نسب نامہ مرتبہ کی اشاعت کاغذ کی عدم دستیابی اور انتہائی گرانی کی وجہ سے معرض التوا میں ہے۔ حالات مساعد ہونے پر انشاء اللہ تعالیٰ ضرور شائع کیا جائے گا۔ انتظار کریں۔

۴۔ مکرمی ڈاکٹر محبوب عالم صاحب لدھیانوی کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ ان کا فوٹو بلاک متعدد بلاکوں میں کہیں رکھا گیا ہے۔ فرصت پا کر تلاش کر کے ارسال کرنیکی کوشش کی جائیگی۔

مطالبہ

جن معاونین کرام کا سال خریداری گذشتہ دسمبر میں ختم ہو گیا ہے۔ وہ بجمیت قومی آئندہ سال کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کر کے مشکور فرمائیں۔ چونکہ وی پی کا سلسلہ نہایت نقصان دہ ثابت ہوا ہے۔ اس لئے اسے مجبوراً ترک کر دیا گیا ہے۔ اور خاتمہ میعاد خریداری کی اطلاع جداگانہ خط تحریر کرنے کے بجائے رسالہ ہی کے ذریعہ دیدی جاتی ہے۔ بہی خواہان "القریش" کا فرض ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اسی اطلاع پر اپنا زرچندہ بصیغہ منی آرڈر ارسال فرمایا کریں۔

بعض معاونین پیہم مطالبات اور یاد دہانیوں کے باوصف گذشتہ دو سال سے خاموش ہیں۔ رسالہ ان کی خدمت میں برابر ارسال ہو رہا ہے لیکن زرچندہ موصول نہیں ہوا۔ یہ خاموشی ہماری صحافتی مشکلات میں مزید اضافہ کا موجب ہو رہی ہے۔

ایسے جملہ حضرات سے مخلصانہ استدعا ہے۔ کہ وہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر ترسیل زرچندہ سے کارپردازان القریش کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں، و باللہ التوفیق!

اپیل

زمانہ کی سبک رفتاری سے حالات کچھ ایسے نازک ہو گئے ہیں۔ کہ ان کی شرح بجائے خود ایک پریشان کن کیفیت ہے ان حالات میں سادات قریش ایسی بے پروا قوم کے اصلاحی وارتقائی خدمات کا تواتر جاری رکھنا کارے دارد، بہرحال القریش کی اشاعتی ضروریات کا اقتضا ہے کہ اہل دل بہی خواہان قوم سے اعانت کی اپیل کی جائے کہ بجز اس کے اس پُر خطر ماحول سے عہدہ برآ ہونا ممکن نہیں۔ صاحب ثروت، مخیر حضرات فراخ دلی و کشادہ قلبی کو بروئے کار لا کر ممنون القوم

تنقید

"سٹیفن" اور "سوین" وغیرہ قسم کی ولائتی سیاہی گراں اور پھر کمیاب و نایاب ہونیکی وجہ سے بازار میں اچھی و بہترین سیاہی مفقود تھی مقام مسرت ہے کہ امرتسر کی ایک فرم نے "سی برڈ" کے نام سے ایک ایسی دیسی سیاہی تیار کر دی ہے۔ جو ولائتی سیاہی کا نعم البدل کہلانے کی مستحق ہے۔ "سی برڈ" میں روانی، پختگی، خوش رنگی اور چمک وغیرہ کی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جو ایک بہترین سیاہی میں ہونی چاہئیں تحریر کے چند ہی منٹ بعد نوشتہ کا رنگ زیادہ گہرا اور پختہ ہو جاتا ہے تہ میں کسی قسم کے ذرات نہیں بیٹھتے جو اسکی صفائی و پاکیزگی کی دلیل ہے فونٹین پن کیلئے نہایت مفید ہے اور ٹیوب میں آسانی کے ساتھ بھری جا سکتی ہے۔ نب وغیرہ کے خراب ہونیکا قطعاً احتمال نہیں۔ اس ایجاد پر موجدان "سی برڈ" قابل مبارکباد ہیں۔ بازار میں مناسب اور واجبی قیمت پر عام دستیاب ہو سکتی ہے۔ دفاتر اور مدارس اسے اپنے استعمال میں لائیں۔ اور فرم کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں۔

بصائر و عبر

کیا وہ شخص بھی دوڑ سکتا ہے جس کے ہاتھ میں پانی کا ایک لبریز پیالہ ہو۔ اور کیا وہ شخص بھی آسمان پر خاک کی بارش کر سکتا ہے۔ جو آسمان کے نیچے موجود ہے؟ اگر نہیں تو پھر زید خالد کے ساتھ کیوں برائی کرتا ہے۔ کیوں بے ایمانی سے کام لیتا ہے۔ اور عمر بکر کے کیوں درپے آزار ہے؟ کیا ہم ایک شخص سے برائی کر کے کوئی ایسی سپر رکھتے ہیں۔ کہ اس کی برائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔ کیا دوسروں کو بُرا کہکر ہم اس حقیقت کو فراموش کر دیتے ہیں کہ دوسرے بھی اپنے منہ میں زبان رکھتے ہیں۔ کیا دوسروں پر ہاتھ اٹھاتے وقت ہم اتنا نہیں سمجھتے۔ کہ دوسرا بھی ہاتھ رکھتا ہے۔ کیا دوسروں کے ساتھ بے ایمانی کرنے کی حالت میں ہم کو یہ بات یاد نہیں رہتی کہ ہمارے ساتھ بھی بے ایمانی کا برتاؤ کیا جا سکتا ہے؟ افسوس ہم ایسا نہیں سمجھتے۔ اگر سمجھیں تو یہ دنیا دار المکافات اور دار المحن نہ رہے دلوں سے بغض و عداوت کے جذبات ہمیشہ کے لئے محو ہو جائیں۔ ہر گوشہ ہم کو فردوس اور ہر شخص ہم کو فرشتہ نظر آئے۔ جو لوگ اس بات کا احساس نہیں رکھتے وہ فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں اور کینہ و نفرت کی آگ مشتعل کرتے ہیں۔ لیکن یہ آگ حریف کی طرح ان کو بھی پھونک دیتی ہے۔ اور دوسروں کی جذبات نوازی کا فلسفہ اس وقت ان کو سمجھ میں آتا ہے۔ جب ان کے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے۔ آہ

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سُنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سُنے

دُنیا میں دو چیزیں جن پر دنیا کا نظام قائم ہے۔ ایک خوف، اور دوسری رجا۔ اگر کسی سے سوال کیا جائے۔ کہ دونوں میں سے کونسی چیز خوشگوار ہے۔ تو وہ بے تامل رجا یعنے امید کو پسند کرے گا۔ لیکن افسوس کہ رجا اتنی کامیاب نہیں جسقدر خوف، ایک شخص کسی امیر کی تعریف کر کے اتنا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جسقدر اسے مذمت کا خوف دلا کر کامیاب ہو سکتا ہے اسی اصول کے ماتحت دوستوں کی دوستی کسی شخص کے لئے اتنی مفید ثابت نہیں ہوتی۔ کہ جتنی دشمنوں کی دشمنی اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ ہزاروں آدمی دنیا میں ایسے ہیں جن کا اقبال محض دھمکیوں کی بدولت قائم ہے۔ ہزاروں اشخاص ایسے ہیں۔ جو انسان کی فطری کمزوری کو پا گئے ہیں۔ اور دوسروں کو خوف دلا کر استحصال زر کرتے ہیں۔ حکومتوں کے پاس ہی تخویف سے بڑھ کر کوئی آلہ نہیں، وہ حکومتوں سے بھی جسقدر اس طریق سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اسقدر ان کی خوشامد سے ناممکن ہے۔

خدانخواستہ اگر تمہارے اعضا میں کچھ ایسی کشاکش پیدا ہو جائے کہ ایک عضو دوسرے کا دشمن بن جائے اور ایک دوسرے کی امداد بالکل چھوڑ دے۔ تو تمہارا کیا حال ہو۔ فرض کرو کہ تمہارے ہاتھ لب و دندان تک نہ پہنچ سکیں اور تمہیں معدہ پُری سے محروم کر دیں۔ یا تمہارے دانت غذا کے پیسنے میں مدد نہ کریں۔ اور تمہارے معدہ کو دانتوں کا کام انجام دینا پڑے تو کیسی مصیبت ہو جائے۔ یا تمہاری ٹانگیں تمہارے جسم سے ناراض ہو کر تمہارے جسم کا بار اٹھانے سے انکار کر دیں تو ایسی حالت میں تم بتا سکتے ہو کہ

کیا ہوگا۔ اس وقت تم میں اور مٹی کے ایک ڈھیر میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا۔

کیا تم نے بنی نوع اعضائے یک دیگر اند کا جملہ پڑھا ہے اور اگر پڑھا ہے تو کیا کبھی تم نے اس کے سمجھنے کی کوشش بھی کی ہے۔ تمام انسان مل جلکر مخلوق کہلاتے ہیں۔ اور ان کی زندگی کا دارومدار امداد باہمی پر ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کی امداد نہ کریں گے تو ہماری جماعت کا وہی حشر ہوگا جو ایک ایسے شخص کی زندگی کا حشر ہو سکتا ہے۔ جس کے اعضاء میں کشاکش پیدا ہو جائے۔ قوموں کی حالت بالکل ایک انسان کے اعضاء کی سی ہے۔ جب تم کسی قوم کی تباہی کا افسانہ پڑھو تو سمجھ لو کہ جب انسان کے اعضاء کی مخالفت اسے پیوند خاک بنا سکتی ہے۔ تو افراد کی آپس کی مخالفت بھی قوموں کو تباہ کر سکتی ہے۔

نظامیہ طبیہ کالج

خواتین کیلئے یونانی طب کی تعلیم کا انتظام

حکومت سرکار عالی نے جب یونانی طب کا ایک محکمہ ۱۳۳۰ف میں قائم فرمایا۔ تو اس کے ساتھ ساتھ ایک مدرسہ طبیہ کو بھی وجود بخشا گیا۔ اسی درسگاہ کو طبابت یونانی کی جدید اسکیم ۱۳۴۸ف میں کالج کا موقف عطا کیا گیا ہے۔ اور حضرت بندگانِ اقدس نے ذریعۂ فرمان مبارک اس کو نظامیہ طبی کالج سے موسوم فرمایا۔

یہ کالج اب شاہانہ دلچسپیوں کی بدولت ایک ایسی تعلیم گاہ بن گیا ہے۔ جو اقصائے ہند میں بلاشبہ اپنی آپ نظیر ہے۔ علوم و فنون کے تاجدار کی نظر میں ایک عرصہ قبل یہ محسوس فرما چکی تھیں کہ قدیم مدرسہ اپنے پرانے نصاب کے لحاظ سے زمانہ کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور نہ یونانی فن کو اس سے ترقی نصیب ہو سکتی ہے۔ اسی لئے اس کالج میں حسب فرمان اقدس جدید و قدیم فنون طبیہ کو ایسا سمویا گیا۔ اور ان کا اس طرح خوشگوار امتزاج کیا گیا ہے۔ کہ جس سے یونانی طب کے متعلمین میں ایسی مہارت جدت اور تحقیقات کا ذوق پیدا ہو سکیگا۔ جو اس فن کی بقا کے حقیقی ضامن بن سکیں گے۔ اور اپنی صلاحیتوں سے ایسے ہی کارنامے پیش کر سکیں گے۔ جیسے کہ جامعہ عثمانیہ کے سپوتوں نے پیش کرکے ملک کی وقعت کو آگے بڑھا دیا ہے۔

کالج کی تعلیم ثانوی و اعلیٰ دو درجوں پر مشتمل ہے۔ اور جدید تعلیم اردو اعلیٰ درجہ کے پاس کردہ طلبا طبیب کامل کی سند حاصل کرینگے۔ طبیعات جدید و قدیم کیمیا۔ منافع الاعضا تشریح علمی و عملی علم الاسباب و علامات و اصول و علاج علم الابدان مرضیات قدیم و جدید، علم الجراثیم۔ طب قانونی حفظان صحت علم الجراحت، علم القابلہ تیمارداری منطق فلسفہ وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ خواتین بھی داخل ہو سکتی ہیں۔ داخلہ کا خاص معیار مقرر ہے سرکار عالی از رہ ملاطفات شاہانہ اس تعلیم سے ملک کے ہر طبقہ کو زیادہ سے زیادہ متمتع کرنے کیلئے کالج کی تمام جماعتوں کی فیس معاف کر رکھی ہے۔ طلبے اور طالبات کو وظائف دیئے جاتے ہیں۔ ۱۵سال سے ۳۰سال تک کی عمر کے طلبا داخل کئے جاتے ہیں۔ تعلیم مخلوط نہ ہوگی بلکہ پردہ کا معقول انتظام ہوگا۔ پردہ نہ کرنے والی خواتین کو بھی کالج میں پردہ میں بیٹھنا ہوگا

ونیہ ہند پریس امرتسر میں قریشی محمد علی رونق ایڈیٹر پرنٹر پبلشر کے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش ۱۱۵ قو شریف گنج امرتسر سے شائع کیا۔ (ایڈیٹر محمد علی رونق)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۴

سادات قریش کا قومی جریدہ

القریش

امرتسر

اپریل ۱۹۴۴ء
مطابق
ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

جلد ۳۱ — نمبر ۴

31-4

ایڈیٹر:-
محسن القوم محمد علی رونق صدیقی

تاریخ قدیم کا ایک ورق

صبح رسالت

شرک وکفر کی تاریکی تمام عالم پر طاری تھی زمین کے ہر حصہ پر بے حس وحرکت بتوں کی پرستش ہو رہی تھی۔ وہم پرستی ستارہ پرستی شجر پرستی سمندر پرستی کی وبائیں دنیا میں عام تھیں۔ ایک ظلمت تھی جو کائنات کے چپہ چپہ پر محیط تھی۔ ایک آفت تھی جس میں ہر عنصر ہستی منہ خود پھنسی ہوئی تھی۔ لیکن جس طرح آفتاب نکلنے سے کچھ دیر قبل مشرق سے ہلکی ہلکی روشنی پھیلنی شروع ہوتی ہے جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ رات کی ظلمت رخصت ہو چکی ہے اور آفتاب نکل کر عالم کو منور کریگا۔ اسی طرح عرب جو تمام دنیا کی ظلمت کا مرکز تھا۔ اور جہاں مذہبی اخلاقی معاشرتی اور ذہنی تاریکیاں نہائیت ہی گہرائی کے ساتھ پھیلی ہوئی تھیں۔ خورشید رسالت کے طلوع [illegible] سے پہلے اس میں کچھ روشنی کے آثار ہویدا ہوئے۔ جو اس بات کا صاف اعلان کر رہے تھے کہ اب ہدائیت کا کوئی ایسا آفتاب خود جلوہ افروز ہوگا۔ جو گمراہی کی اس اندھیری رات کو کافور کردیگا۔

اہل عرب بت پرستی جن کا مذہب۔ دختر کشی جن کا شعار و تہذیب جن کا تمدن جنگ وفساد جن کی معاشرت تھی ان میں سے خدا نے بعثت نبوی سے قبل اکثر لوگوں کو عقل وشعور کی روشنی سے منور کردیا تھا جو بت پرستی کی قبیح عبادت سے نفرت کرنے لگے تھے۔ ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی۔ کہ مورتی پوجا سے خدا تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ عرب کے تمدن اور معاشرت سے

بھی اُکتا گئے تھے۔ ان کو یقین ہو گیا تھا۔ کہ اس سے انسانیت کا خون ہوتا ہے۔ اور یہ خیالات دو چار لوگوں ہی میں ہوا نہیں ہوئے بلکہ بعض قبیلے کے قبیلے اسی اعتقاد کے ہو گئے۔

عرب کے بڑے بڑے رؤسا جمع ہوئے تاکہ وہ متفقہ طور پر فیصلہ کریں۔ کہ انہیں کون مذہب اختیار کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ بت پرستی سے روحانیت میں کسی قسم کا اضافہ نہیں ہوتا۔ ان رؤسا میں وہ وہ عظیم الشان اور جلیل القدر ہستیاں تھیں جنہیں تمام اہل عرب اپنا سردار اور بڑا سمجھتے تھے۔ جیسے ورقہ بن نوفل عثمان بن الحویرث۔ زید بن عمر عبد اللہ بن جحش وغیرہ وغیرہ

ان لوگوں نے غور و خوض کرنے کے بعد اس کا تو قطعی فیصلہ کر لیا۔ کہ بت پرستی ترک کر دینی چاہیئے۔ کہ اس سے روحانیت کی ترقی ممکن نہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ اس کے ترک کر دینے کے بعد کونسا مذہب اختیار کیا جائے۔ جس کے اصول روحانیت کو ترقی دیں۔ اور معاشرت کو پاکیزہ بنائیں۔ اپنے سچے مذہب کی تلاش میں ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی طرف نکل گیا۔ چنانچہ ورقہ بن نوفل نے شام میں جا کر مسیحی مذہب قبول کر لیا۔ اور انجیل و توریت کی تعلیم وہاں کے بڑے بڑے عالموں پیشواؤں سے حاصل کی۔ عثمان الحویرث قیصر روم کے پاس گئے اور وہیں تحقیق کر کے عیسائی ہو گئے۔ عبد اللہ بن جحش دین حنیف کی جستجو میں سرگرداں رہے۔ یہاں تک کہ مکہ کی پہاڑیوں سے رسالت کا خورشید طلوع ہوا اور یہ اسلام کے آغوش میں آ گئے۔

اور زید بن عمر نے کسی مذہب کو قبول نہ کیا۔ نہ وہ مسیحی ہوئے نہ یہودی۔ لیکن انہوں نے حرام خوری۔ غارتگری بت پرستی اور دختر کشی سے بالکل توبہ کر لی۔ جب کوئی ان سے پوچھتا۔ کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو تو جواب دیتے کہ میں ابراہیم کے رب کو پوجتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ وہ بتوں کی مذمت بھی کرتے۔ اور لوگوں کو ان کی پرستش سے روکتے اور بسا اوقات ان کی زبان پر یہ کلمات جاری رہتے۔

خدا اے پروردگار اگر مجھے معلوم ہو جاتا۔ کہ تیری عبادت کس طرح کی جائے۔ تو ضرور تیری عبادت کرتا اور تیری خوشنودی چاہتا لیکن میں تو بدقسمتی سے تیری رضا کی راہوں سے ناواقف ہوں۔

اکثر اوقات شوق عبودیت میں روتے روتے سجدہ میں گر پڑتے

ماسوا اس کے کہ لوگوں کی ذہنیت میں ایک خاص قسم کی تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔ اور ان کی رگوں میں صداقت و ہدایت حاصل کرنے کی پیاس پیدا ہو گئی تھی یہ بات بھی تھی کہ عرب کے تمام بڑے بڑے نجومیوں اور کاہنوں نے اپنے علم نجوم اور قیافہ کے ذریعہ سے اعلان کر دیا تھا کہ عنقریب عرب میں ایک ایسا زبردست انسان پیدا ہونے والا ہے جو ایک مستحکم شریعت اور ایک فیصلہ کن الہامی کتاب اپنے ساتھ لائیگا جس کی پاک تعلیم سے شرک و کفر کی تمام ناپاکیاں فنا ہو جائینگی۔ اور اس کے اصول سے دنیا کی سلطنتوں کے تختے الٹ جائیں گے۔ اور عرب کیا سارے عالم کی یکبارگی کایا پلٹ جائے گی۔ اور اس کے قدموں پر مشرق و مغرب کی قوتیں نثار ہونگی۔ علماء یہود و نصاریٰ جو توریت و انجیل اور دیگر آسمانی صحف کے ماہر تھے۔ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں سے بشارتیں حاصل کر کے اپنے اپنے وعظوں اور لیکچروں میں لوگوں کو باخبر کرنا شروع کیا۔ کہ عنقریب وہ آنے والا ہے۔ جس کے بعد دنیا میں کوئی نبی نہیں آئیگا۔ جس کی ذات آخر الانبیا اور جس کی شرعی کتاب آخری آسمانی صحیفہ۔ جس کی تعلیم آخری اور مکمل ترین تعلیم ہوگی۔ وہ اپنے ساتھ وہ سب کچھ لائیگا۔ جو آج تک تمام نبی اور پیغمبر لائے۔ اور اس کے سوا اور بھی بہت کچھ لائیگا۔ جو ازل سے اس کیلئے خدا نے محفوظ کر رکھا ہے۔ اس کی تعلیم سے مردہ روحوں میں زندگی اور پژمردہ آبادیوں میں شادابی ہو جائے گی۔

اصحاب الفیل کے قصہ کے بعد جب سیف بن ذی یزن کی حکومت مملکت یمن ہو گئی۔ تو عبد المطلب اس کشور کشائی کی تقریب پر تمام مکہ والوں کی طرف سے ہدیہ مبارکباد پیش کرنے کیلئے اس کے دربار میں گئے۔ اس نے ان کا حد سے زائد ادب و احترام کیا۔ اور رخصت ہوتے وقت کہا۔

اے میرے معزز مہمان اور اہل مکہ کی عزت! میں تم کو اپنے صحیح علم کی بنا پر یہ خوشخبری دینے کی عزت حاصل کرتا ہوں۔ کہ عنقریب تمہاری اولاد میں وہ نبی آخرالزمان پیدا ہونے والا ہے۔ جس کی آمد کی بشارت انجیل توریت اور زبور میں درج ہے۔ اے عبدالمطلب تم جسقدر اپنی قسمت پر ناز کرو بجا ہے۔ کہ ایک وہ ہستی تمہارے گھر میں پیدا ہوگی۔ جو عیسیٰ اور موسیٰ اور تمام انبیاء کیلئے قابل فخر ہوگی۔ یہ دیکھا گیا ہے جب دنیا میں کوئی بڑی بات ہوتی ہے۔ کوئی عظیم الشان واقعہ ظہور پذیر ہوا چاہتا ہے۔ تو تارے کثرت سے ٹوٹتے ہیں حضور کی پیدائش سے پیشتر اس کثرت سے تارے ٹوٹنے شروع ہوئے کہ لوگ کسی تعجب خیز واقعہ کا انتظار کرنے لگے۔ کاہنوں اور نجومیوں نے اس سے فال لینی شروع کی اور عنقریب نبی آخرالزمان پیدا ہونے والے ہیں اور ستاروں کا اس کثرت سے ٹوٹنا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ الغرض حضور کی پیدائش سے قبل ہزاروں ایسی باتیں پائی جانے لگی تھیں۔ جو صاف ظاہر کر رہی تھیں۔ کہ اب وہ نیک گھڑی سعید وقت آگیا ہے۔ جب دنیا کی تاریکیوں کا یکسر خاتمہ ہو جائے۔ اور توحید کی شادمانیاں عام ہو جائیں چنانچہ ۲۲ اپریل ۵۷۱ء میں یہ آفتاب رشد و ہدایت جلوہ کائنات ہوا۔ اور عالم کی ظلمتیں یکسر سمٹ گئیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ وسلم

۷۸۶

حمد و نعت

کہاں پہنچے خیال اس ذات تک عقل و فراست کا
کہ اک یہ حضرتِ انساں ہے شمہ جس کی قدرت کا

بنایا خاک سے آدم کو اور اس پہ یہ فضیلت دی
کریں ہم کس زباں سے اب ادا شکر اسکی نعمت کا

ہوا وہ جلوہ فرما آخر اس انساں کی خلقت میں
کیا سب کا رخانہ ختم لا جس پر نبوت کا

حبیب خالقِ کونین یعنی احمدِ مرسل
کہ ہے حامی وہی روزِ قیامت ساری اُمت کا

وہ ابنِ عم اور بابِ علوم مصطفےٰ حیدرؓ
امیرالمومنیں فرما روا ملک ولایت کا

بیاں کوئی کرے رتبہ زباں ہے اپنی کیا قدرت
بتولِ پارسا خیرالنسا، خاتونِ جنت کا

وہ سبطین نبیؐ جن کو دیا ہے مرتبہ حق نے
سیادت کا ولایت کا امامت کا شہادت کا

غلامِ خانہ زادوں کا ہوں از بس جان و دل سے میں
نہیں کچھ فکر دنیا میں مجھے نے غم قیامت کا

نہ ہووے جو محبِ پنجتن مانند شیطاں ہے
گلے میں اسکے تا روزِ قیامت طوق لعنت کا

بدل کر قافیہ کہہ اک غزل اور اس زمیں میں تو
مراد ایسی کہ جیسا زور ہے تیری طبیعت کا

(گلدستہ حمد و ثنا)

شہنشاہ اورنگ زیب اور ایک درویش

اورنگ زیب عالمگیر جیسا دیندار اور متشرع بادشاہ تھا۔ اس سے دنیا واقف ہے۔ اس نے توہم پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔ اور بنے ہوئے فقیروں کا تو وہ جانی دشمن تھا مشہور ہے کہ صوفی سرمد کا اس نے سر کٹوا دیا۔ مجذوب کو قرآن سے بے حرمتی کرنے کی پاداش میں اس نے زندہ دیوار سے چنوا دیا۔ لیکن باوجود اس کے وہ حامیان خدا کی جستجو میں رہتا تھا۔ اور ان کی بیحد عزت کرتا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ وہ رات کو بھیس بدل کر نکل جاتا شہر کی گلیوں میں تنہا مارا مارا پھرتا۔ لوگوں کی دکھ سکھ کی خبر رکھتا۔ اور حاجتمندوں کی مرہم پہنچاتا۔ مظلوموں کی دادرسی کرتا۔ اور ظالموں کو سزائیں دیتا۔

ایک روز رات کے دو بجے ہوں گے۔ وہ حسب معمول گشت کر کے بہار کل (جسے اب بھر رو کل کہتے ہیں) کے دروازہ پر پہنچا۔ سنتریوں کو پاس دکھا کر کھڑکی کے راستہ سے شہر میں داخل ہوا۔ اور تیز قدم قلعہ ارک کی طرف جا رہا تھا۔ کہ قلعہ کے قریب جامع مسجد میں اسنے اِلّا اللہ کی ضرب کی آواز سنی۔ اپنا راستہ چھوڑ کر جامع مسجد کی طرف مڑا۔ اور دروازہ سے جھانک کر دیکھا۔ کہ شاہی تگمی خانہ کا ایک گاڑیبان ذکر میں مشغول ہے۔

اورنگ زیب نے پاس جا کر اس سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ گاڑیبان نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ کہ میں دکن کا بادشاہ ہوں۔ اورنگ زیب نے کہا کہ دکن کا بادشاہ تو عالمگیر ہے۔ گاڑیبان نے کہا۔ کہ وہ جسموں پر حکومت کرتا ہے۔ مجھے اللہ نے روحوں پر حکومت دی ہے عالمگیر نے کہا۔ کہ بادشاہ تو نوکری نہیں کرتے خدا کے سوا کسی کی اطاعت نہیں کرتے۔

گاڑیبان نے کہا خداوند عالم نے اسلام کی حکومت عالمگیر کے سپرد کی ہے۔ اس جسم خاکی پر اس کی اطاعت فرض کر دی ہے اس نے جو کام سپرد کیا ہے۔ وہ انجام دیتا ہوں۔

عالمگیر بادشاہ تو جابر و غاصب ہے۔

ہوا کرے۔ جمہور اسلام نے اس کو بادشاہ تسلیم کر لیا علماء نے اس کی دینداری کی گواہی دے دی ہے۔ مجھے بھی شرع کے خلاف اس کا کوئی فعل نظر نہیں آتا۔ مجھ پر اس کی اطاعت واجب ہے۔

عالمگیر:۔ تم اگر ارواح پر حکومت کرتے ہو تو کیوں حکم نہیں دیتے کہ وہ خدا کی طرف رجوع کریں۔

گاڑیبان:۔ میں بادشاہ ہوں۔ خدا نہیں ہوں۔ خدا نے جب مومن اور زندیق کا تفرقہ رکھ دیا ہے۔ تو مجھے کیا حق ہے کہ اس کے نظام میں دخل دوں۔

عالمگیر:۔ جب خدا نے کفر اور اسلام میں تفریق کر دی ہے تو کفر کی سزا کیوں ہے۔

گاڑیبان:۔ ایک غلام کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ آقا کے فعل پر اعتراض کرے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ۔

عالمگیر:۔ تو عمل بیکار ہو گا۔ جو تقدیر میں ہے وہی ہو گا۔

گاڑیبان:۔ جد و جہد ہمارا کام ہے۔ اس کی تکمیل خدا کے ہاتھ ہے۔ مزدور کو مزدوری مزدور ہی ملتی ہے۔

(۲) اورنگ زیب کے باڈیگارڈ میں قزلباشوں کا رسالہ بھی تھا۔ یہ رسالہ دراصل شاہجہان نے مرتب کیا تھا۔ اور دارا شکوہ کی خدمتگزاری کیلئے مامور تھا۔

دارا شکوہ کی بربادی کے بعد اورنگ زیب نے اپنی خدمت کیلئے مخصوص کر لیا تھا۔ اور قلعہ ارک میں اس کا پہرہ رہتا تھا۔

نامدار خاں اس قلعہ کا سپہ سالار تھا جس کی گود میں سلیمان شکوہ نے پرورش پائی تھی۔

ان دونوں کو اورنگ زیب نے تعزیہ داری کی مخالفت کر دی تھی۔ جس سے قزلباش سخت برہم ہو گئے تھے۔ اور خفیہ سازشیں ہو رہی تھیں۔ کہ اورنگ زیب کو قتل کر دیا جائے۔ اورنگ زیب کا پرچہ نویس خود اس سازش میں شریک تھا۔ اور سخت کوشش کی گئی تھی۔ کہ بادشاہ کو اس کا سن گن نہ ملے۔ اورنگ زیب اس فتنہ سے بے خبر مرہٹوں کی سرکوبی کیلئے تیاری کر رہا تھا۔ اور یہ تجویز تھی کہ عید قربان کے بعد خود اس مہم پر روانہ ہو۔ سازشیوں نے سوچا کہ جب دولت آباد میں پڑاؤ پڑے گا۔ تو ہم اورنگ زیب کو قتل کر کے قلعہ دیوگڑھ میں دوسرے بادشاہ کو تخت نشین کر دیا جائے۔

چنانچہ خیمہ خرگاہ روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن بادشاہ روانہ ہونے والا تھا۔ شب کو عالمگیر نے خواب دیکھا۔ کہ دربار رسالت آراستہ ہے اور تمام اکابر ملت صف بستہ ہیں۔ حضرت امیر سے جب رسالتمآب نے فرمایا۔

قزلباش ہمارے بندۂ خاص عالمگیر سے برسر فساد ہیں۔ ان کا انسداد ضروری ہے۔

جناب امیر نے ایک شخص کی طرف خطاب کیا جس کو عالمگیر نے فوراً پہچان لیا کہ وہ گاڑیبان ہے۔ جناب امیر نے گاڑیبان سے کہا۔ کہ یہ علاقہ تمہارے ماتحت ہے۔ تم انتظام کرو۔

عالمگیر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ چونکہ واقعات سے ناواقف تھا۔ اس خواب سے سخت متحیر ہوا۔ حکم دیا کہ اصطبل شاہی کے گاڑیبان حاضر ہوں۔ خان دوراں جن کی نگرانی میں گھی خانہ تھا بڑے متحیر ہوئے۔ گر فرمان شاہی سے سرتابی کی مجال نہ تھی۔ سب گاڑیبان حاضر کئے گئے۔

اورنگ زیب نے معائنہ کیا۔ تو وہ گاڑیبان نظر نہ آیا۔ اس نے خان دوران سے پوچھا۔ اب تو کوئی گاڑیبان باقی نہیں ہے انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ چار گاڑیبان خرگاہ کے ساتھ گئے ہیں

عالمگیر اس شوق میں ہم پر روانہ ہو گیا۔ کہ دیوگڑھ پہنچ کر اس گاڑیبان سے ملے۔ جس کو اس نے بحالت خواب دربار رسالت میں دیکھا تھا۔ وہ جب اپنے خیمہ میں داخل ہوا۔ اور پرچہ نویس اخبار سنانے کو حاضر ہوا۔ تو مردے مسعود خاں نے آکر عرض کیا کہ نامدار خاں صف شکن خاں اور علی رضا خاں قدمبوس ہونا چاہتے ہیں۔ بادشاہ نے پرچہ نویس کی طرف دیکھا۔ وہ ان امراء کو باریابی کی اجازت دی نامدار خاں اور صف شکن خاں نے اندر آتے ہی بادشاہ کے پیروں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا پیرومرشد جو سزا دیں ہم اس کے سزاوار ہیں۔

بادشاہ کو بڑی حیرت ہوئی۔ لیکن نامدار خاں نے نہایت شرمسار کے لہجے میں اپنی سازش کا اقبال کیا اور سب حال من وعن بیان کر دیا۔

بادشاہ یہ ماجرا سنکر دم بخود رہ گیا اور پھر اس گاڑیبان کی یاد ہوئی۔ گر گاڑیبان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

شام کو عالمگیر خلد آباد گیا۔ تو راستہ میں وہ گاڑیبان ملا بادشاہ گھوڑے سے اترا۔ اپنی گاڑی پر سواری کی اور خلد آباد جا کر گاڑیبان سے تنہائی میں کہا۔ کہ تم نے میری جان بچائی۔ گاڑیبان نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ آپ کی جان میں نے بچائی نہ کسی اور نے۔

خدا قادر و توانا ہے۔ وہ جس بندہ سے جو کام چاہتا ہے لیتا ہے۔ آپ کو اس نے دنیا کی بادشاہت دی مجھے مامور فرمایا کہ میں ارواح کو آلودگیوں سے پاک کروں مجھے حکم ملا کہ میں ان بدبختوں کی ارواح کو سازش کی آلودگی سے پاک کروں۔

میں نے ان کے حالات معلوم کئے اور ان کے ارواح کو فساد سے پاک کیا۔ وہ تائب ہو کر آپ کی خدمت میں عفو تقصیرات کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ بھی وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ پر عمل کیجئے۔

عالمگیر نے خود تو مہم پر جانیکا ارادہ ترک کر دیا۔ اور اپنے بجائے راجہ رستم سنگھ کی سرکردگی میں نامدار خاں ور صف شکن خاں وغیرہ کو لڑائی پر بھیج دیا۔ جنہوں نے وہ کارہائے نمایاں کئے کہ مرہٹوں کا قافیہ تنگ کر دیا۔ اور وہ اطاعت پر مجبور ہوئے یہ گارڈ بیان آج حضرت مستجب الدین زری زر بخش کے پاس مصروف خواب ہے۔

(وجدانی نشتر)

اصلاح الاخلاق

خیالات کا اثر

(۱) انسان کے دماغ میں جو خیال پیدا ہوتا ہے۔ وہ مثل ایک جاندار کیڑے کے ہے۔ اگر وہ کمزور ہے تو وہ زائل یا تلف ہو جاتا ہے۔ انسان صبح سے شام تک ہزاروں بڑی اور بھلی چیزیں دیکھتا ہے۔ وہ لوگوں کو عبادت کرتے بھی دیکھتا ہے اور نشہ بازی اور عیاشی کرتے بھی اور ان کے دیکھنے سے اس کے دماغ میں کچھ نہ کچھ خیال ضرور پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ خیال کمزور ہے تو تھوڑی دیر دماغ میں رہ کر رفع ہو جاتا ہے۔ اور اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

(۲) البتہ اگر وہ خیال قوی ہے تو وہ انڈے بچے دینے لگتا ہے۔ انڈے بچے دینے کی پہچان یہ ہے۔ کہ بار بار وہی خیال آتا ہے بار بار خیال آنے سے انسان کے اعضا و جوارح پر اس کا اثر پڑتا ہے جس سے وہ خیال "فعل" کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ مثلاً معذور اور اپاہج لوگوں کو دیکھ کر ان کی امداد کرنے کا خیال اگر بار بار آئے تو اس کا سوچنے والا اکثر اسے کر گذرتا ہے۔ یا کسی شخص کی جیب کترنے کا خیال بار بار آئے تو بعض وقت بلا ارادہ دوسرے کی جیب پر ہاتھ مار دیتا ہے۔ اور یہی وہ شکلیں ہیں۔ جن سے خیال عمل کا جامہ پہن لیتا ہے۔

(۳) جب چند بار انسان سے ایک فعل صادر ہوتا ہے۔ تو اعضا جوارح کو اس کے اعادہ میں لطف آنے لگتا ہے۔ افیون تمباکو شراب سب چیزیں بالعموم تلخ اور بد ذائقہ ہوتی ہیں۔ مگر چند بار انہیں کھانے پینے سے ان کی طلب ہونے لگتی ہے۔ اور یہی عادت کہلاتی ہے۔ برخلاف اس کے مریضوں کی خدمت کرنے۔ بیکسوں کی تجہیز و تکفین کرنے اور جنازہ اٹھانے میں جب لطف آنے لگتا ہے۔ تو اس کے اعادہ سے ان کاموں کی "عادت" قائم ہو جاتی ہے۔

(۴) عادت قائم ہونے کے بعد ایک منزل عادت کی پختگی کی ہے جسے انگریزی میں "کیرکٹر" کہتے ہیں۔ جس شخص کو بھلائی کرنے کی عادت ہو گئی اس کے امکان سے باہر ہے۔ کہ کسی کی امداد کا وقت ہو تو وہ اس سے گریز کر سکے۔ اسی طرح کسی شخص کو چھوٹی موٹی چیزیں چرانے کی عادت ہو گئی تو باوجود دولتمند ہو جانے کے ممکن نہیں کہ موقع ملے اور وہ ہاتھ نہ مارے۔ چنانچہ دعوتوں اور پارٹیوں میں بڑے بڑے رئیس اور خوشحال اصحاب کیکوں اور پھلوں سے جیبیں بھر لاتے ہیں۔ اور یہ ان کا کیرکٹر ہو جاتا ہے۔

(۵) بالآخر تقدیر یا قسمت "نتیجہ" ہے، انہیں عادات کی پختگی یا کیرکٹر کا اگر اسراف، عیش پرستی بد چلنی، نشہ بازی اور ایسے ہی بد قسم کے خیالات کے جراثیم دماغ میں پیدا ہو کر نشوونما پا گئے۔ اور انہوں نے "افعال" "عادات" اور "کیرکٹر" کی شکل اختیار کر لی تو انسان برباد و تباہ ہو گیا۔ اگر نیک چلنی، سادگی، کفایت شعاری، نفع رسانی کے

خیالات کا نشوونما ہوگیا تو سمجھو کہ انسان زندگی میں کامیاب ہوگیا۔

(۶) پس ضرورت ہے کہ ہمہ وقت انسان یہ نگرانی ۔اس کے دماغ میں کس قسم کے خیالات کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔جس وقت کوئی مضر یا بُرا خیال پیدا ہو تو دوبارہ سے بارہ اس پر غور کرکے ان خیالات کی نشوونما کرتا رہے۔ حتیٰ کہ خدا کی مہربانی سے زندگی کی اس منزل میں پہنچے۔ جسے کامیاب زندگی کہتے ہیں۔

(شوومند)

جذباتِ شاکر

شیخ غلام حسین شاکر قادر الکلام شاعر ہیں۔خیالات کا اظہار بنایت احسن اور دلپذیر صورت میں نظم کرنے میں آپ کو بہرہ وافر حاصل ہے۔اصلاحی واخلاقی نظم ونثر مضامین لکھنے میں آپ کا معیار بہت بلند ہے۔ القریش کے قدیم قلمی ودرمی معاون ہونے کی حیثیت سے قارئین کرام آپ سے بخوبی واقف ہیں۔لہذا تعارف کیلئے کسی مزید صراحت کی احتیاج نہیں دو سال ہوئے آپ کے نوجوان فرزند ڈاکٹر عبدالکریم ایل، ایس، ایم، ایف نے عین عالم جوانی میں آپ کو داغ مفارقت دیا۔ اس صدمہ نے آپ کے کوائف زندگی اسقدر تلخ کردیئے کہ آپ کنج تنہائی میں خاموش زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے۔ گذشتہ سال آپ کی شادی شدہ جوان لڑکی نے چھوٹے چھوٹے پانچ بچے چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ اس جرکہ نے آپ کو اور بھی نڈھال کردیا تاہم آپ نے ارمغان الفت گلزار خیال، بہار خیال، یاد قلندر، سعادت دارین، ریاض عشق اور ساطور غم کتابیں لکھی ہیں۔ جو غیر مطبوع مسودوں کی صورت میں پڑی ہیں۔ اور قحط القرطاس کی وجہ سے طباعت کا کوئی انتظام نہیں۔ "بہار خیال" سے دو نظمیں آپ نے بغرض اشاعت ارسال کی ہیں۔ جو ذیل میں درج ہیں۔ قارئین کرام دعا کریں کہ خدائے عزوجل آپ کو صبر و اطمینان عطا کرے۔ آمین!

چکّر

کہہ رہی ہے یہ گردشِ ایام بزمِ عالم ہے محوِ کوچ و مقام
چشمِ بینا سے گر کوئی دیکھے ایک چکّر میں ہے یہ شمسی نظام
مہر و ماہ ہو کہ نجم تاباں ہو اپنے محور پہ ہے وہ گرم خرام

ایک جاتا ہے ایک آتا ہے　　اس پہ قائم ہے اس جہاں کا نظام
شام لاتی ہے خود نویدِ سحر!　　صبح دیتی ہے شام کا پیغام
یوں ہی انساں کا بزمِ عالم میں　　غیر ممکن ہے ایک جا پہ قیام

نغمہ زا یوں ربابِ ہستی ہے
نورِ گردش سے آبِ ہستی ہے

(شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

"شاخِ ہستی کی پژمردہ کلیاں"

ننھی کلیاں قضا کے حملوں سے　　جو ٹوٹی گرتی ہیں شاخِ ہستی سے
حکم ہوتا ہے یہ فرشتوں کو　　لاؤ رفعت پہ ان کو پستی سے

(+)

جب فرشتے انہیں اٹھانے کو　　آسماں سے اُتر کے آتے ہیں
ان کے چہروں پہ نورِ معصومی　　رقص کرتا ہوا وہ پاتے ہیں

(+)

اہلِ گلشن کے ماتمی نالے!　　اُن کے دل پر اثر نہیں کرتے
لیکے اڑتے ہیں خشک کلیوں کو　　چپکے چپکے خبر نہیں کرتے

(+)

باغِ جنت میں جب پہنچتی ہیں　　حوریں اُن کو ہیں گود میں لیتی
اور اپنی زبانِ شیریں سے　　میٹھی میٹھی ہیں لوریاں دیتی

(+)

شاخِ طوبیٰ میں ڈال کر جھولا　　ہولے ہولے انہیں جھلاتی ہیں
گر وہ روتی ہیں ماتا کے لئے　　صحنِ فردوس میں کھلاتی ہیں

(+)

چشمِ قدرت یہ منظرِ معصوم　　عرش پر سے ہے دیکھتی جس دم
جوش آتا ہے بحرِ رحمت میں　　موتی اُن پر برستے ہیں پیہم

(+)

حکم ہوتا ہے یہ ہر اک موتی　　رکھا جائے کہیں حفاظت میں
بخشا جائیگا یہ عطیہ سب　　ان کے ماں باپ کو قیامت میں

(+)

بہارِ خیال از شاکر صدیقی

تذکرۂ برادری

خطوط و مراسلات

۱- مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر ایک طویل خاموشی کے بعد ہمارے ایک خط کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

آپ کے گرامی نامہ کا جواب عرض نہ کرنا ایسا گناہ ہے۔ جو مجھے خود میرا ضمیر بھی معاف نہیں کر سکتا۔ میں نے گوجرانوالہ سے دو تین عریضے (اگست و ستمبر) اور دو نظمیں ارسال خدمت کیں لیکن نہ تو آپ نے اپنی خیریت سے مطلع فرمایا۔ اور نہ ہی القریش نے آپ کی خیریت کی اطلاع دی۔ میں یہ خیال کر کے کہ ٹوٹی ہوئی چیز گھر سے باہر پھینک دی جاتی ہے "القریش" کو اب میری ضرورت نہیں رہی۔ خاموش ہو رہا اور دل میں یہ ارادہ کر لیا۔ کہ اب بجائے قلمی معاونت کے "القریش" اور اس کے ناخدا کیلئے قلبی دعاؤں سے کام لونگا۔ چنانچہ اس کام سے میں نے آج تک کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد التماس ہے۔

ہم عالم فراواں است و من یک شیشہ دل دارم
چساں در شیشہ ساعت کنم ریگ بیاباں را

یہ شعر میری حالت کا آئینہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ عرض کرنے کو نہ تو دل چاہتا ہے اور نہ ہی شرع اجازت دیتی ہے۔ سوائے صبر کے اس کا کچھ علاج ہی نہیں۔

آپ کو شاید علم نہ ہو میری بڑی لڑکی بھی عین عالم شباب میں گذشتہ سال اپنے مرحوم بھائی کی طرح پانچ بچے چھوڑ کر بھائی کے پاس عدم آباد میں جا بسی۔ لیکن ؎

موت ہر شاہ و گدا کے خواب کی تعبیر ہے
اس ستمگر کا ستم انصاف کی تصویر ہے

(علامہ اقبال رح)

ایسی حالت میں آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ زندگی کیسے گذر سکتی ہے۔ اور مشاغل کس طرح نباہے جا سکتے ہیں۔ لیکن

"جی رہا ہوں میں مگر مارا ہوا تقدیر کا"

(ہمیں آپ کے پیہم صدمات پر دلی رنج و ملال ہے خدائے عزوجل آپ کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ایڈیٹر)

جلسہ فیض آباد کی صدارت

۲- انجمن "فلاح القریش" فیض آباد کے زیر اہتمام سادات قریش کا ایک آل انڈیا اجلاس منعقد کرنے کی تجویزیں ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ میں سیکرٹری صاحب کے پیہم مکتوب موصول ہو رہے ہیں جلسہ غالباً دو روز یا دو اجلاسوں پر مشتمل ہو گا۔ کارکنان کی تجویز ہے کہ ہر جلسہ کیلئے جداگانہ صدر ہو۔ پراپگینڈا سکرٹری اور اسکے معاونین کا فرض قرار دیا گیا ہے۔ کہ صدارت کے انتخاب کے بعد اخبارات و اشتہارات کے ذریعہ دعوت شرکت عام دی جائے۔ تاکہ ہندوستان بھر کے سادات قریش حضرات کی ایک کثیر تعداد قومی جلسہ میں شریک ہو سکے۔ جلسہ کے اہم مقاصد میں سے قومی تنظیم و شیرازہ بندی کے موثر ذرائع پر غور و عمل، ہائی سکول کی عمارت کا سنگ بنیاد، ٹیکنیکل سکول کا اجرا اور قومی بنک کے قیام بھی شامل ہیں سیکرٹری صاحب کے تازہ مراسلہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ دو صدر تجویز کر لئے گئے ہیں۔ اور باقی دو کے انتخاب کی ذمہ داری مرکزی جماعت "ندوۃ القریش" یا مدیر القریش پر ڈالی گئی ہے۔ سکرٹری صاحب نے اپنے اس مراسلہ میں اس امر کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ کہ کارکنان انجمن ملک کے سیاسی مسائل میں حصہ نہیں لیتے۔ تاہم وہ اسلامی سواد اعظم کے خیال کے حامی ہونے کی حیثیت سے مسلم لیگ سے وابستہ ہیں لہذا تجویز صدارت میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے۔ ہم نے اس سلسلہ

میں کارکنان انجمن کے سامنے چار حضرات کے نام صدارت کے لئے پیش کئے تھے۔ جن میں سے کرنل مقبول حسن صاحب نے ہماری رائے سے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ چونکہ معاملہ آل انڈیا ہے اس لئے اس مشورہ میں قارئین القریش سے استصواب رائے ضروری خیال کرتے ہیں۔ امید ہے۔ کہ ناظرین کرام جلد کی صدارت کیلئے متقدرین قوم سے کوئی مناسب و موزون نام پیش کرکے ہمیں شکریہ کا موقعہ دیں گے۔

تعلیمی وظائف

۳- م بی شمس الدین صاحب چودھری کالا کا خیلی پندرہ پندرہ روپے ماہوار کے دو وظیفے ایک سال کیلئے ایسے طلبا کو دینا چاہتے ہیں جو میٹرک کے امتحان میں فرسٹ یا سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہوں۔ اور آئندہ تعلیم جاری رکھنا چاہیں۔ اسلامی مدارس کے ان طلباء کو جنہوں نے فارسی یا عربی مضامین پڑھے ہوں ترجیح دی جائے گی۔ مرقسم خبر مستطیع طلباء کو نتیجہ نکلنے کے فوراً بعد ہیڈ ماسٹر صاحبان کی تصدیق کرا کر "القریش" کی معرفت درخواستیں بھجوانی چاہئیں۔ چونکہ وظیفہ خوار طلباء کی تعلیمی لیاقت اور چال چلن کے متعلق وقتاً فوقتاً ان کے ہیڈ ماسٹر صاحبان سے دریافت ہوتا رہے گا۔ اس لئے صرف انہیں طلباء کو درخواستیں کرنی چاہئیں۔ جو صحیح معیار پر اترنے کی اپنے آپ میں اہلیت رکھتے ہوں

ایک غریب طالب علم کی درخواست

۴- ایک طالب علم جس نے حال ہی میں امتحان مڈل پاس کیا ہے تعلیم جاری رکھنا چاہتا ہے۔ لیکن مفلسی و قلاشی کی وجہ سے کتابیں خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور شرم و ندامت کے پیش نظر اپنا نام بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اہل خیر سے درخواست کرتا ہے۔ کہ کتابیں اور کاپیاں خریدنے کیلئے اس کی امداد کی جائے۔ قارئین القریش میں سے کوئی مخیر بزرگ فی سبیل اللہ اس کی امداد کردیں تو یہ ثواب و سعادت کا موجب ہوگا۔ جو رقم اس غرض کیلئے ارسال کی جائیگی وہ حاجتمند سائل تک پہنچا دی جائے گی۔

جوابات

پیر حبیب اللہ صاحب ہاشمی کی خدمت میں جواباً التماس ہے۔ کہ آپ اپنے سوالات کا پرائیویٹ طور پر تفصیلی جواب لینے کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ ارسال فرمائیں۔ بجز اس کے آپ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچیں گے۔

۲- قریشی محمد سعید صاحب ہاشمی نائیک نمبر ۶۲- پنجاب پولیس مستند تاریخی جواب کیلئے مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی طبیہ کالج دہلی کی مؤلفہ کتب "حقیقۃ السیادۃ" اور "سیادۃ الہاشمیہ" مطالعہ کریں۔ یہ کتابیں دفتر "القریش" سے قیمتاً مل سکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ براہ راست حکیم صاحب موصوف سے مندرجہ صدر پتہ پر براہ راست مکرر بھی دریافت کرسکتے ہیں۔ محترم حکیم صاحب "قریش و سادات" کی نسبی و حسبی کوائف اس خوبی سے آپ کے ذہن نشین کریں گے۔ کہ آپ اور آپ کے ان دوستوں کی جو قریش کی سیادت و فضیلت کے منکر ہیں۔ پورے طور پر تسلی ہو جائے گی۔ اس سلسلہ میں آپ کے جوابی لفافہ موصولہ کے ذریعہ علیحدہ جواب بھی لکھ دیا گیا ہے

سپاس و تشکر

۱- "القریش" کے محسن و مربی جنہوں نے بہ حمیت قومی گذشتہ سال قومی جریدہ کی حمایت و اعانت میں باقساط پچھتر روپیہ کی گرانقدر رقم ارسال فرما کر قومی خدمات کا تواتر قائم رکھنے میں ہماری دستگیری کی تھی نے حال ہی میں ایک سو روپیہ کا اعانتی عطیہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر تشکر و امتنان کا موقعہ دیا ہے۔ آپ کی اس فیاضی و ایثار نفسی کیلئے ہم بدل مشکور ہیں۔ ان ہی مخیر حضرات کی توجہ سے ان پر خطر حالات کا مقابلہ کرنے میں القریش عہدہ برآ ہو رہا

ہے: فجزاک اللہ احسن الجزاء۔

(۲) معاونین کرام جن کے ذمہ زر بدل واجب الادا ہے۔ اور جن سے ترسیل زر اعانہ کے لئے متعدد اپیلیں کی گئیں مکرمی مسٹر محمد حمید اللہ صاحب بی۔اے قریشی کی طرف سے دو سال کا زرچندہ بہ شکریہ وصول ہوا ہے۔ دیگر حضرات بھی توجہ فرمائیں۔ کاغذ و سامان طباعت کی موجودہ گرانی ایک سخت آزمائش ہے۔ اس آزمائش سے سرخرو ہونے کیلئے امداد باہمی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ امید ہے کہ احباب توجہ فرما کر عند القیم مشکور ہونگے۔

وی پی سسٹم

ڈاک کے زائد مصارف، اور وی پی پیکٹوں کی واپسی کے نقصان سے بچنے کیلئے ہم نے گذشتہ دو سال سے وی پی سسٹم قطعاً ترک کر رکھا ہے۔ بہی خواہان القریش عطیہ اور زرچندہ کی رقوم بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما دیتے ہیں۔ جس سے ناظرین کو سہولت رہتی ہے۔ جو حضرات اس تجویز سے واقف نہیں، اور "القریش" جاری کرانے کیلئے وی پی طلب فرماتے ہیں۔ وہ بعنایت زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں۔ راجہ مولاداد خاں صاحب پنشنر رسالدار پیرا محمد حسین صاحب اور وہ حضرات جنہوں نے اجرائے وی پی کیلئے خطوط ارسال فرمائے ہیں۔ وی پی کا انتظار نہ فرمائیں۔ اور زرچندہ بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے شکریہ کا موقعہ دیں۔

انجمن فلاح القریش علاقہ میوات کی مساعی

سیکرٹری صاحب انجمن فلاح القریش علاقہ میوات اطلاع دیتے ہیں۔ کہ اس علاقہ کے اکثر قریشی خاندان کا غذات مال کے خانہ قومیت میں "شیخ قریشی" یا "شیخ صدیقی" ہیں۔ یہ اندراجات ایکٹ انتقال اراضی کے نفاذ کے بہت قبل کے ہیں۔ لوگ بڑے بڑے وسیع رقبوں کے مالک ہیں۔ لیکن بعض ریونیو افسران نے تاریخی ناواقفیت کی بنا پر انہیں "شیخ" کی وجہ سے انہیں غیر زراعت پیشہ تصور کرکے تصدیق انتقالات میں پس و پیش شروع کر دیا۔ یہ وبا ۱۹۳۴ء کے بعد پھیلنی شروع ہوئی۔ اور ایک عرصہ تک اپنے مسموم اثرات سے قریشی خاندانوں کو پریشان کرتی رہی۔ آخر حکومت پنجاب اور فنانشل کمشنران صاحبان سے تصفیہ کے لئے خط و کتابت شروع ہوا جس کے نتیجہ میں شیخ قریشی کو تو قریشی تسلیم کر لیا گیا۔ لیکن شیخ صدیقی کیلئے ابھی تک انکار ہے۔ حالانکہ "صدیقی" قریشی کی سب کاسٹ (شاخ) ہے۔ بڑے مزے کی بات یہ ہے۔ کہ دو حقیقی بھائیوں میں سے ایک شیخ قریشی کی وجہ سے زراعت پیشہ شمار ہوتا ہے اور دوسرا "شیخ صدیقی" کے سبب سے غیر زراعت پیشہ خط و کتابت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ امید ہے کہ نیک دل افسران ہمارے مستند دلائل اور تاریخی حوالوں کو معقولیت پر مبنی خیال کرتے ہوئے دادرسی کریں گے۔

تنقید

گلدستہ حمد و ثنا

ابوالفضل پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی لاہوری مشہور و معروف کہنہ مشق ناظم و ناثر ہیں۔ عامۃ الناس کے مفاد کے لئے آپ نے بیشتر منظوم و منثور کتب شائع کی ہیں۔ جو اصلاحی، اخلاقی، مذہبی اور تاریخی مضامین پر مشتمل ہیں۔ گلدستہ حمد و ثنا آپ کا تازہ شاہکار ہے، جو دعائیہ و ثنائیہ کلام کا جاذب دل مجموعہ ہے۔ اس میں کی دو نظمیں "گنبد خضراء" اور "معراج بالجسد" میں وہ تخصیص معنوی پنہاں ہے کہ اہل ذوق کے دلوں میں وجدانی کیفیت پیدا کردیں۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب، کتابی تقطیع کے ۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر قیمت درج نہیں۔ پیر غلام دستگیر صاحب نامی ہاشمی اندرون اکبری دروازہ لاہور سے منگائیے۔

تذکرۃ الکاملین

شیخ روزبہان کا عشق صادق

شیخ روزبہان البقلی رحمۃ اللہ علیہ بڑے عالم اور عارف گزرے ہیں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نفحات الانس میں لکھتے ہیں کہ آپ کی تصنیفات بہت ہیں۔ مثلاً تفسیر عرائس۔ شرح شطحیات عربی اور فارسی اور کتاب الانوار فی کشف الاسرار وغیرہ۔

آپ کتاب الانوار میں فرماتے ہیں کہ قوال کو خوبرو ہونا چاہیئے کیونکہ عارفوں کو مجمع سماع میں ترویح قلوب کیلئے تین چیزوں کی احتیاج ہوتی ہے۔

(۱) روائح طیبہ (عمدہ خوشبوئیں) (۲) وجہ صبیح (حسین چہرہ) (۳) صوت ملیح (خوش آواز)

آپ شیراز کی جامع عتیق میں پچاس سال مصروف وعظ رہے جب آپ پہلے پہل شیراز میں داخل ہوئے تو آپ نے ایک عورت کی نصیحت سنی جو وہ اپنی بیٹی کو کر رہی تھی۔ کہ اے بیٹی اپنا حسن کسی پر ظاہر نہ کرنا تاکہ تو خوار اور بے اعتبار نہ ہو۔ شیخ موصوف نے یہ سنکر کہا اے عورت حسن نہیں چاہتا کہ تنہا اور منفرد رہے وہ چاہتا ہے کہ عاشق کے قریب ہو۔ حسن و عشق نے ازل سے عہد کیا ہوا ہے کہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔

صاحب فتوحات مکیہ لکھتے ہیں کہ شیخ موصوف جب مکین مکہ تھے۔ تو اکثر حال و وجد میں بے تصنع بے خود ہو جاتے۔ ناگاہ ایک مغنیہ (گویا) کی محبت میں مبتلا ہو گئے۔ کسی کو معلوم نہ تھا۔ کہ اب یہ وجد و حال عشق الہیٰ میں نہیں ہے۔ بلکہ مغنیہ کیلئے ہے۔ آپ نے لوگوں کی غلط فہمی کو معلوم کیا۔ اور فوراً صوفیہ حرم کی مجلس میں آئے۔ اور اپنا خرقہ اتار کر ان کے سامنے پھینک دیا۔ اور صاف بتا دیا۔ کہ میرے متعلق دھوکا نہ کھائیں۔ میرا وجد و صیح (رہتیج) اب خدا کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ مغنیہ کیلئے ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ اپنے حال میں کاذب ہوں (یعنی میں عشق مجازی میں بھی صادق رہنا چاہتا ہوں بس آپ نے مغنیہ کی خدمت اختیار کر لی۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ صاحب جو تمہاری خدمت میں ہیں اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں یہ سنکر اس نے خدمت لینے سے توبہ کی۔ اور کنیزوں کی طرح شیخ موصوف کی خدمت کرنے لگی۔

اس کے بعد آپ کے دل سے اس کی محبت زائل ہو گئی صوفیہ کی مجلس میں آئے اور اپنا خرقہ لے کر پہن لیا۔

آخرین عمر آپ کو فالج ہو گیا۔ ایک ملک نے ان کی اطلاع کے بغیر مصر کے شاہی خزانے سے خالص روغن بلسان حاصل کیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر استعمال کی التجا کی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہیں خدا حسن نیت کی جزا دے۔ مہربانی کر کے خانقاہ سے باہر جاؤ۔ وہاں ایک سگ گرگیں (خارش زدہ کتا) پڑا ہے اسے یہ مل دو۔ اور جان لو کہ روزبہان کسی تیل سے اچھا نہیں ہوگا۔ یہ فالج عشق کی ایک زنجیر ہے۔ جو خدائے تعالیٰ نے پاؤں میں ڈال دی ہے۔ اور نہیں کٹے گی جب تک کہ اس کا دیدار میسر نہ ہو جائے۔ آخر آپ وسط محرم سنہ ۶۰۶ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ (انعام دستگیر نامی)

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی ہجری میں بغداد کے ایک مکان میں ایک نوجوان عورت بڑی دلکش لے میں اشعار گا رہی تھی۔

اذا قلت اهدی الهجر لی حلل البلیٰ ✦ تقولین لولا الهجر لم یطب الحب

۱؎ ایسا سماع ان عارفوں کیلئے مسلم ہے جنکی طہارت قلبی کمال کو پہنچی ہوئی ہو۔ اور جن کی آنکھ غیر حق کی طرف سے بند ہو۔

جب میں کہتا ہوں کہ ہجر نے مجھے مصیبت کے خلعت عطا کیے تو وہ جواب دیتی ہیں کہ اگر ہجر نہ ہوتا تو محبت میں مزہ بھی نہ تھا۔

وان قلت هذا القلب احرقه الهوى ✦ تقول بنيران الهوى شرف القلب

اور اگر کہتا ہوں عشق نے اس دل کو پھونک دیا۔ تو وہ کہتی ہے کہ عشق کی آگ ہی نے تو دل کو شرافت عطا کی ہے۔

وان قلت ما اذنبت قالت مجيبة ✦ حياتك ذنب لا يقاس به ذنب

اور اگر کہتا ہوں کہ میں نے کیا خطا کی تو جواب دیتی ہے۔ کہ خود تیری زندگی ہی اتنا بڑا گناہ ہے۔ جس کے برابر کوئی گناہ نہیں ہو سکتا

ان اشعار اور اس دلربا گلے نے شائد بہتوں کا پائے کشش سے راستہ روک کے کھڑا کر دیا ہوگا۔ بہتوں کی زبان سے بے اختیار "واہ واہ" کا کلمۂ تحسین نکل گیا ہوگا۔ اور بہتوں نے متاثر ہو کے بے تحاشا آہ فلک رسا کھینچی ہوگی۔ لیکن ان سب کے مذاق سے الگ ایک پاکباز و صاحب باطن رہرو پر یہ نغمہ اور یہ جادو بھری آواز قیامت کا اثر کر گئی۔ اس نے بے تحاشا ایک نعرہ مارا۔ اور اس پر ایسا عالم وجد طاری ہوا کہ دروازے پہ کھڑا ہو کے ستون کی طرح جھومنے لگا۔ اس کا نعرۂ مستانہ سن کے راہگیر ٹھٹک کے کھڑے ہو گئے۔ قرب و جوار کے لوگ جوش ہمدردی سے دوڑ پڑے۔ اور خود مالک مکان بھی گھبرا کے باہر نکل آیا۔ مالک مکان نے باہر آتے ہی پوچھا "کیا ہوا؟" اس از خود رفتہ صاحب دل نے عجز و فروتنی سے جواب دیا۔ "مجھے اس نغمے نے بیتاب کر دیا" اس کے بعد گانے کی آواز سننا اور اپنا بے تاب و بے خود ہو جانا غرض ساری سرگذشت صاف صاف اور بلا کم و کاست کہہ سنائی مکان والا بھی اہل دل کا قدر شناس۔ فیاض اور منچلا تھا۔ ایک شریف و نیک سیرت شخص کو اس بے تابی و مدہوشی کے عالم میں دیکھ کے عرض کیا۔ "حضرت یہ میری لونڈی کی آواز تھی آپ کو اس سے وابستگی پیدا ہو گئی ہے۔ تو وہ آپ ہی کی ہے"۔ یہ کہتے ہی اندر جا کے لونڈی کو باہر نکال لایا۔ اور اس کا ہاتھ ان بزرگ کے ہاتھ میں دے کے کہا "اب یہ آپ کی ہو چکی۔ آپ کو اختیار ہے چاہے یونہی اپنے تصرف میں لائیے۔ اور چاہیے آزاد کر کے نکاح پڑھا لیجئے"۔ یہ بزرگ بھی کوئی معمولی شخص نہ تھے۔ ان کی بے خودی کسی شہوانی جوش اور سیہ کاری کے جذبے کا نتیجہ نہ تھی۔ لونڈی پر قابو پایا۔ تو اسی جگہ اور اسی مقام پر آزاد کر کے اپنی خانقاہ کے ایک شریف و ہم مذاق دوست کے ساتھ اس کا نکاح پڑھ دیا۔ اور آگے کی راہ لی۔[1]

اس واقعہ کی یادگار میں اُدھر اس لونڈی کے بطن سے تو چند روز بعد ایک صاحب علم و فضل لڑکا پیدا ہوا۔ جس نے پا پیادہ تیس حج کئے۔ ادھر ان بزرگ کی بھی عجب حالت ہو گئی۔ یہ نغمۂ دلکش ان کے پر شور دل پر کچھ ایسا اثر کر گیا تھا۔ کہ اسی ایک سریلی تان اور جادو بھری آواز نے سچی فنائیت کے رتبے پر پہنچا کے ولی کامل بنا دیا۔

یہ بزرگ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن کے نام کا ساری دنیا ادب کرتی ہے۔ جنہوں نے ریاضت و نفس کشی اور صفائے باطن کے اعتبار سے اسلام میں امامت کا مرتبہ حاصل کیا ہے جنہیں مشائخ باطن اپنا پیشرو تسلیم کر کے "سید الطائفہ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔[2]

(وجدانی نشتر)

---

[1] وفیات الاعیان لابن خلکان۔ حالات جنید بغدادی رح

[2] تذکرہ جنید بغدادی رح

یاد دہانی

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ بحیثیت قومی سال آئندہ کا زر چندہ بواپسی بذریعہ منی آرڈر ارسال فرما کر عند القوم مشکور ہوں۔

(مینجر)

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی شجاعت

حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی شجاعت کا پرچم مشرق و مغرب میں لہرا رہا ہے۔ ساری دنیا آپ کی بہادری کا کلمہ پڑھتی ہے لافتیٰ الاّ علی لاسیف الاّ ذوالفقار آپ ہی کی شان میں آیا ہے۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ علی رضؓ کی ایک ضرب جن و انس کی عبادت سے افضل ہے۔ اللہ تعالےٰ خود قرآن کریم میں آپ کی شجاعت کی تعریف فرماتا ہے۔

غزوات میں آنحضرت صؐ کی معیت میں جو شجاعانہ کارنامے آپ سے ظہور پذیر ہوئے۔ وہ کتاب زمانہ پر زریں حروف میں ثبت ہیں۔ آپ ہمیشہ آگے کی طرف زرہ پہنتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا لوگ پیچھے زرہ اس لئے پہنتے ہیں۔ کہ عقب سے دشمن ان پر وار نہ کر دے۔ لیکن میں دشمن کو پیچھے کی طرف سے وار کرنے کا موقع ہی نہیں دیتا۔

جنگ خیبر میں جب لشکر اسلام نے سات نہائت مضبوط و مستحکم قلعے فتح کر لئے۔ تو صرف ایک بڑا قلعہ القموص باقی رہ گیا۔ جو یہودیوں کی ساری قوت کا مرکز تھا۔ بڑے بڑے بہادر صحابہ کرام علم لئے حملہ آور ہوتے۔ مگر یہ قلعہ فتح ہونے میں نہ آتا۔ اسی اثنا میں ایک روز آنحضرت صؐ نے فرمایا۔ اب ہم ایسے شخص کو علم دیں گے۔ جو قلعہ فتح کئے بغیر نہیں لوٹے گا۔

ہر فدائے رسول صؐ کی آرزو تھی۔ کہ یہ شرف اسی کو نصیب ہو۔ چنانچہ دوسرے دن صبح کو اسلام کے تمام پروانے شمع رسالت کے گرد جمع ہو گئے۔ لیکن حضرت علی رضؓ آشوب چشم کے باعث حاضر نہ ہو سکے۔ آنحضرت صؐ نے فرمایا "علی رضؓ ابن ابی طالب کہاں ہیں؟" صحابہ نے عرض کی۔ "ان کی آنکھیں آئی ہوئی ہیں؟"

آنحضرت نے انہیں بلوا بھیجا۔ جب آپ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ تو آنحضرت صؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا۔ جس سے اسی وقت صحت ہو گئی۔ پھر عمر بھر آپ کو یہ شکائت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے علم حضرت علی رضؓ کے سپرد کیا۔ اور فرمایا "جاؤ قلعہ پر دھاوا بول دو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائے گا۔" آپ علم لے کر قلعے کی طرف چلے۔ تو یہودیوں کا سردار مرحب نہائت نخوت و تکبر سے ھَل مِن مُبارِز کے نعرے لگا رہا تھا۔ مرحب یہودیوں میں سب سے بہادر شخص تھا۔ حضرت علی رضؓ نے اس کی تعلیاں اور ڈینگیں سن کر فرمایا۔ "میں وہ ہوں کہ میری والدہ نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے اور میں انشاءاللہ تعالےٰ تمہیں ایک ہی ضرب سے فی النار والسقر کر دونگا۔ چنانچہ مقابلہ شروع ہوا۔ اور پہلے مرحب نے وار کیا حضرت علی رضؓ نے اس کے وار کو رد کر کے ایک ایسا تلا ہوا ہاتھ مارا۔ کہ مرحب کا سر کٹ کر زمین پر گر پڑا۔ لشکر اسلام نے اس زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ فضائے آسمانی گونج اٹھی۔ مرحب کے قتل ہوتے ہی یہودیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور مسلمان چاروں طرف سے قلعے پر پل پڑے تھوڑی ہی دیر میں قلعہ فتح ہو گیا۔ جس کا سہرا حضرت علی رضؓ کے سر رہا۔

مطلع اندلس پر ہلال اسلام کا طلوع

(مولانا ضیاء الحسن صاحب ضیا لدھیانوی)

ساتویں صدی اختتام پذیر ہو رہی تھی۔ خورشید اسلام پوری تابانی سے دنیا کے ظلمت کدوں کو منور کر رہا تھا۔ اور اسلام کے سپوت تبلیغ اشاعت اسلام کی خاطر زہرہ گداز مصائب سے دوچار ہو رہے تھے۔ شرق و غرب کے سرے ملانے کی پیہم سعی کی جا رہی تھی۔ کفر و شرک کا قلع قمع کرنے کیلئے ولید کمل تن دہی و سرگرمی سے مصروف عمل تھا۔ کفر و الحاد کی رفیع الشان سلطنتیں پامال کی جا رہی تھیں۔ دہریت اور الحاد پرستی کا چراغ گل ہو رہا تھا۔ مگر ساکنین خطہ اندلس ہنوز جام توحید سے محروم تھے۔ بالآخر زمانے کی ہوا بدلی۔ اندلس کا ستارہ اقبال چمک اٹھا۔ اور شاہ اندلس کے اندرونی اختلافات و افتراق نے اسلام کی متحدہ قوت کو دعوت عمل دی کہ وہ عیسائیت کے اس شجر کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکے۔ شمع است کا مست پروانہ طارق والہانہ انداز سے اٹھا۔ اور بارہ ہزار علمبرداران حق وصداقت کی معیت میں عازم اندلس ہو گیا۔ فریفتگی کا یہ عالم تھا۔ کہ فرط شوق سے مجاہدین کی اس جماعت نے کوہ و دشت کی کٹھن منازل کو ذرہ بھر وقعت نہ دی۔ بلکہ دنوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کر کے پہاڑی کی وادی میں قیام پذیر ہوئے۔ جو آج تک اس فاتح کی یاد میں جبل الطارق کے نام سے مشہور ہے۔

آفتاب صبح نمودار ہوا۔ طارق بھی پہلو میں جذبات کی نئی دنیا لئے اٹھا۔ آبنائے عبور کر کے ساحل اندلس پر لنگر انداز ہو گیا۔ عالم ساکت تھا۔ فضا خاموش۔ لیکن محکمہ قضا و قدر میں ہیجان بپا تھا۔ طارق نے سفینوں کو نذر آتش کر دیا۔ فوج یہ عالم دیکھ کر ہراساں ہو گئی۔ کہ غریب الدیار ہیں۔ خدا جانے ہزیمت کا سامنا ہو۔ راہ فرار بھی مسدود ہو گئی۔ ایک طرف غنیم کا لشکر جرار۔ دوسری طرف بحر زخار طارق کے لبوں پر ہلکا سا تبسم تھا۔ ؎

شد بہ دست خویش بشمشیر برد و گفت
ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست

حق و باطل معرکہ آرا ہو گئے۔ حق پرستوں کے آبدار خنجروں نے باطل پرستوں کے پشتے کاٹ دیئے۔ دست حق نے ردائے باطل چاک کر ڈالی۔ چاروں طرف حق وصداقت کی کامرانی کے شادیانے بج گئے۔ اور سرزمین اندلس تحمید و تقدیس کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اٹھی۔ مجاہدین جاء الحق وزہق الباطل کا روح پرور ترانہ گاتے ہوئے اندلس میں داخل ہو گئے۔ یعنی مطلع اندلس سے ہلال اسلام کا طلوع ہو گیا۔ جس سے تمام ظلمتکدہ درخشاں و تاباں نظر آنے لگا ✦

دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنے چاہئیں ورنہ جواب نہ دیا جائے۔ بعض احباب قابل اشاعت مراسلات یا دیگر خطوط بیرنگ ارسال کر دیتے ہیں۔ ایسے خطوط موصول نہیں کئے جاتے۔ مطلع رہیں۔

"مینجر"

بصائر و عبر

تغیر موسم سے سبق

موسم گرما کی آمد نے سردیوں کو الوداع کہا۔ موسم کی تبدیلی نے اکثر مقامات کی دنیا کو بالکل بدل ڈالا۔ جہاں انگیٹھیاں روشن تھیں وہاں خس خانہ کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ جہاں کمرہ کو گرم کرنے کے لئے برقی ہیٹر بڑا اچھا کام کر رہے تھے۔ وہاں برقی پنکھے رقص کرنے لگے۔ برقی ہیٹروں اور انگیٹھیوں کو خیر باد کہا گیا گویا ان چیزوں سے ایک نفرت پیدا ہو چلی۔ لباس میں غیر معمولی تبدیلی واقع ہو چلی۔ وہ کپڑے جو موسم سرما میں تمہارے جسم کو سردی سے محفوظ رکھنے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ تم انہیں ہر وقت سینہ سے لگائے لگائے پھرتے تھے۔ ایکدم جسم سے علیحدہ کر کے پھینک دیئے گئے اور اب تمہیں ان سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ زندگی کے جسم میں جب انقلاب ہوگا۔ تو تمہیں اسی طرح جسم کے لباس کو اتار کر پھینک دینا ہوگا۔ اور اس وقت تمہیں روح کے لباس کی ضرورت پیش آئیگی۔ کیا تم نے روح کیلئے کوئی لباس تیار کر لیا ہے؟ اگر ابھی تک تم غافل ہو تو موسم کے تغیرات سے سبق حاصل کر کے اعمال کا بہترین لباس اختیار کرو۔ تاکہ تمہاری روح جہنم کے صدمہ سے محفوظ رہ سکے۔

نیکی و بدی

عقل کا معیار نیکی اور بدی کی نظر میں مختلف ہے۔ ایک شخص گناہ پر شاور ہے۔ اور گناہ نہیں کرتا۔ نیکی اسے بڑا عقلمند کہتی ہے۔ اور بدی کی اصطلاح میں وہ بیوقوف ہے۔ ایک اپنی ساہوکاری اور واقفیت کی بنا پر دوسرے کا روپیہ دبا لیتا ہے۔ بدی کی نگاہ میں وہ بڑا ہوشمند ہے۔ اور بڑی عقلمندی کا کام کرتا ہے لیکن نیکی کہتی ہے۔ کہ وہ نہایت بیوقوف اور عاقبت نا اندیش ہے۔ ایک شخص کسی مصیبت زدہ کے سوال پر اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے۔ نیکی اسے عقلمند خیال کرتی ہے۔ اور بدی اس خواہ مخواہ کی تکلیف کو بیوقوفی پر محمول کرتی ہے۔ اگر تم نیکی کی روشنی میں نظر اٹھاؤ تو بہت سے بیوقوف سادہ لوح اور نادان لوگ تم کو اعلیٰ درجہ کے ہوشمند فرزانہ اور عاقبت اندیش نظر آئیں گے۔ اور بدی جن کی عقل و دانش پر ناز کرتی ہے۔ ان کو تم نہایت احمق کوتاہ بیں اور عاقبت نا اندیش خیال کرو گے۔ لیکن کام وہی اچھا ہے۔ جس کا انجام اچھا ہو۔

انجام

سلطان محمود کیسا باجبروت شہنشاہ تھا۔ سترہ دفعہ غزنی سے نکلا۔ اور ہندوستان کو پامال کر کے اور بیشمار زر و جواہر اور لونڈی غلام لے کر واپس آیا۔ دیوا اجل نے آخر ۲۳۔ ربیع الاول ۴۲۱ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۰۳۰ء میں بعمر تریسٹھ سال آ دبوچا۔ اس کی وفات کے ذکر میں اس کی اپنی تصنیف سے یہ قطعہ تاریخ ہندوستان (مولوی ذکاء اللہ) میں لکھا گیا ہے۔ جس کو وہ بحسرت و افسوس پڑھا کرتا تھا ؎

بزار قلعہ کشادم بیک اشارت دست
بسے مصاف شکستم بیک افشارت پائے
چو مرگ تاختن آورد ہیچ سود نداشت
بقا بقائے خدا است و ملک ملک خدائے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۷۲۴

سادات قریش کا قومی جریدہ

"القریش"

امرتسر

اگست ۱۹۴۴ء
شعبان ۱۳۶۳ھ

جلد ۳ — نمبر ۸

ایڈیٹر:-
محسن القوم محمد علی رونق صدیقی

31 - 8

رمضان المبارک

(حضرت مولانا عبدالحق عباس)

...ل سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جب انبیاد علیہم السلام کیلئے ... وقت قریب آتا، کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی کتاب نازل کرے اور انہیں پیغام رسانی کے کام پر مامور فرمائے تو انہیں گوشہ نشین ہو کر روزے رکھنے اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے کا الہام ہوا کرتا۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کو طور پر بے کھائے پیئے تیس راتیں گزارنے کا حکم ہوا تھا۔ اور پھر ارشاد الہٰی کے مطابق ان تیس راتوں میں دس راتیں اور شامل کر کے ایک پورا چلہ انہوں نے وہاں بسر کیا تھا۔

متی کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے بھی روح کی ہدایت سے جنگل میں جا کر چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کیا تھا۔ (متی باب)

انبیاءؑ کے چالیس دن رات کار[وزہ] رکھنے کا ذکر بھی تورات کے صحیفوں میں پایا جاتا ہے۔

اسی طرح جب ... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کا وقت نزدیک ... آیا ... کار و بار سے طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ گھر گرہست اور سماج کے منزلی تعلقات بیکار ہو گئے۔ خلوت محبوب کر دی گئی۔ اور اب ان کا یہ وتیرہ ہو گیا۔ کہ کچھ قوت لایموت کا سامان ساتھ لے کر جنگل کو نکل جاتے اور کئی کئی رات دن تک اللہ کی عبادت اور نفس کی ریاضت میں گزار دیتے۔ اور جب وہ سد رمق کا سامان ختم ہو جاتا تو گھر آ کر بقدر ضرورت اور لے جاتے۔ آخر یہ محنت ٹھکانے لگی جیتے طلب نے منزل مقصود کو پا لیا۔ اس تزکیہ نے قلب پاک کو

۔۔۔ وجلا بخشی۔ کہ محبوب حقیقی نے اپنا جمال دیکھنے کیلئے اس سے اچھا آئینہ نہ پایا۔ جمال الٰہی کی تجلی اپنے مشتاق کی طرف متوجہ ہوئی۔ ملائکہ اور ارواح جلو میں آئے۔ جبریلؑ آکر بغلگیر ہوئے اور وہ جو راہ کی تلاش میں تھا ہمیشہ کے لئے سارے عالم کا رہنما بنا دیا گیا۔

ہمارے سوز دروں نے جو گلفشانی کی
تو اس نے آپ تماشے کو مہربانی کی
وحی آنے لگی، قرآن نازل ہونے لگا۔

یہ سب واردات اس رات کی ہے۔ جس کو لیلۃ القدر کہتے ہیں۔ کہ اِنَّا اَنزَلنٰہُ فِی لَیلَۃِ القَدرِ ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور یہ رات رمضان کی رات تھی۔ اس لئے کہ قرآن اسی مہینے میں اتارا گیا تھا۔ شَھرُ رَمَضَانَ الَّذِیٓ اُنزِلَ فِیہِ القُراٰن۔

ان حالات پر غور کرنے سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ کہ جسمانی خواہشوں اور ضرورتوں سے کم از کم ایک مہینہ یا ایک مہینہ دس دن تا بمقدور الگ رہ کر یعنی روزے رکھ کر کسی ایسے مقام میں خلوت گزیں ہو جانا جہاں خیالات میں پراگندگی نہ آئے جمعیت خاطر میں تشویش راہ نہ پائے۔ اور اللہ کی یاد اور اس کے دھیان میں مگن رہنا بندے کی کایا پلٹ دیتا ہے تصوف کی بعض کتابوں میں حضرت نبی اکرم کی ایک حدیث دیکھی گئی جس میں اسی قاعدے کو منضبط فرمایا گیا ہے۔ اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے۔ کہ جو شخص چالیس دن اللہ کی عبادت کیلئے خاص کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اندر حکمت کے چشمے جاری کر دیتا ہے۔ جو دل سے ابل ابل کر زبان کی طرف بہتے رہتے ہیں۔

اس سے آپ بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ رمضان المبارک میں روزے رکھنے کیوں فرض ہوئے۔ اعتکاف و تراویح وغیرہ میں کیسی کیسی بلند حکمتیں پنہاں ہیں۔ اور ان تینوں کو انسانی زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دینے کی کیا کیا عجیب توفیق بخشی گئی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وبارک وسلم

اعتذار

یہ اشاعت تیز بخار کی حالت میں مرتب کی گئی ہے۔ اس لئے "تذکرہ برادری" سے متعلق مراسلات کی کانٹ چھانٹ اور بحث و تصحیح پر طبیعت قادر نہیں ہو سکی۔ مراسلہ نگار حضرات اور قارئین کرام اس مجبوری کے لئے ہمیں معذور خیال فرماتے ہوئے ہمارے لئے دعائے خیر کریں۔ انشاءاللہ تعالیٰ موصولہ مراسلات آئندہ اشاعت میں شائع ہونگی۔

جن حضرات کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ وہ سال آئندہ کا زرچندہ بذریعہ منی آرڈر یا واپسی ڈاک ارسال فرما کر مشکور فرمادیں۔

گذشتہ مہینہ سے القریش کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہونے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہو جاتی ہے۔ اگرچہ یہ وجہ اختیاری نہیں ہوتی۔ تاہم یہ ایک فروگذاشت ہے جس کیلئے ہم معزز ناظرین سے عذرخواہ ہیں۔

رونق صدیقی

اس کا یہ کارنامہ انتہائی فخر کے قابل ہے کہ اس نے جاہل ترین قوم کو نور ہدایت سے منور کر کے صلح امن کا ملجا ماوی بنایا۔ (ٹالسٹائی)

(۱۴) میرے نزدیک قرآن کے تمام معانی میں سچائی کا جوہر موجود ہے۔ یہ کتاب سب سے اول اور سب سے آخر جو مہد کیا ہوسکتی ہیں۔ اپنے میں رکھتی ہے۔ بلکہ درا صل ہر قسم کی توصیف صرف اسی سے ہوسکتی ہے۔ (دکارلائل)

یہ ہیں خیالات ان لوگوں کے کہ جو نہ مسلمان ہیں اور نہ جن کو اسلام سے کوئی دلچسپی ہے۔ اور نہ وہ ان جذبات سے لبریز ہیں۔ جو ایک مسلمان کے دل میں موجزن ہوا کرتے ہیں یہ دنیا کے بڑے بڑے فلاسفروں کے اقوال ہیں۔ اور یہ ان لوگوں کے اقوال ہیں۔ جنہوں نے قرآن پاک اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں آج دنیا میں انتہائی عروج حاصل کیا ہے۔

بدنصیب ہیں مسلمان کہ وہ اسلامی تعلیمات سے بے خبر ہیں۔ لیکن غیر قومیں آج اسلامی تعلیمات سے فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ اور اس ترقی کی طرف گامزن جس سے آج مسلمان محروم نظر آتے ہیں۔ اے سونے والے مہوش مسلمان اسلام کی روشنی آج بھی آسمانی بلندیوں پر چمک رہی ہے اور ترقی کی طرف تیری رہنمائی کر رہی ہے۔ لیکن تو بے خبر ہے جب دوسری قومیں اسلام کی روشنی میں عروج حاصل کرسکتی ہیں تو تیری محرومی کس درجہ قابل افسوس ہے۔ کتنا بدنصیب ہے تو کہ تیرے سرمایہ سے غیر بادشاہت حاصل کریں اور تو گداگر سے بھی بدتر

قرآن کی دل آویزی

(واقعہ قبل از ہجرت در مدینہ منوّرہ)

(از جناب سید ایوب احمد صبر شاہجہانپوری)

ایک دن حضرت مصعب تھے سنانے قرآں اور احکام الہیٰ کو وہ کرتے تھے بیاں
یہ خبر سنتے ہی برہم ہوئے سعدؓ ابن معاذ آ گئے باغ کے دروازے پہ لے کر وہ سناں
سخت غصے میں تھے الفاظ زباں پر تھے سلیم کیونکہ قرآں پہ لائے نہ تھے اب تک ایماں
آتے ہی ان کے جماعت ہوئی درہم برہم رہ گئے سکتے میں خاموش خطیب ذیشاں
ایک دن پھر کہیں قرآن سناتے تھے مصعبؓ ناگہاں سعد اسی وقت پھر آ پہنچے وہاں
سعدؓ غصے میں تھے لیکن نہ کہ اتنے زیادہ نرم پا کر کہا تب بھائی نے اُن کے اُس آں
سن تو لو کہتے یہ جو کچھ ہیں بُری اور بھلی میں نہیں کہتا کہ تم مان ہی لو بھائی جاں
سن کے تقریر یہ بھائی کی ہوئے اور بھی نرم اور خاموش کھڑے ہوگئے سننے کو وہاں
سورہ حٰم کو جب حضرت مصعب نے پڑھا سر کو دھنتے تھے کھڑے تکتے تھے ششدر حیراں

کہہ کے پھر قوم سے اپنی کہا سن لو تم سب — کہنے والا کوئی اس کا ہے رحیم و رحماں
کیا بتاؤں تمہیں تاثیر میں اس کی کیا ہے — اس فصاحت پہ فدا خود بخود ہوتی ہے جاں
جھوٹے معبودوں کو چھوڑو تم اب اسکے ہو جاؤ — اور معبودِ حقیقی پہ لے آؤ ایماں !

الغرض ہو گئے توحید پہ قائم وہ سب
خوب تعلیم قرآں ہو گئی دنیا میں عیاں

مدارجِ حیات

ہر انسان جو عدم سے محفلِ امکاں میں آتا ہے — جبلت میں وہ اپنی فطرتِ معصوم لاتا ہے
دکھاتا ہے وہ طفلی میں ادائیں دلربائی کی — تبسم داستاں ہوتا ہے اس کی آشنائی کی
زبانِ حال سے کرتا ہے شکوے کم نگاہی کے — دکھاتا ہے کرشمے بے بسی کے بے گناہی کے
کرم کرتا ہے اپنی مادرِ اندوہگیں پر وہ — قدم رکھتا ہے گہوارہ سے جب فرشِ زمیں پر وہ
غرض وہ بیٹھتا ہے بیٹھ کر اٹھتا ہے چلتا ہے — بلکتا، بلبلاتا، روٹھ جاتا ہے مچلتا ہے
گذر جاتا ہے جب یہ دور تو تعلیم پاتا ہے — کتب کا لے کر اک بارِ گراں مکتب کو جاتا ہے
معلّم کی نظر آتی ہیں جب کچھ خشمگیں آنکھیں — چھپا لیتا ہے ڈر کر اپنی زیرِ آستیں آنکھیں
گلِ عارض پہ کچھ پژمردگی سی چھائی جاتی ہے — طبیعت فکر میں کچھ مبتلا سی پائی جاتی ہے
اگر اٹکھیلیوں میں مدرسہ کا دھیان آتا ہے — لبوں پر جان آتی ہے دل اس کا سہم جاتا ہے
مگر ان کاوشوں پر بھی طبیعت میں ہے جانبازی — ادا و غمزہ و شوخی حیا و ناز و طنازی
وہاں سے فارغ التحصیل ہو کر جب نکلتا ہے — تو گویا دل سے اس کے کاروانِ حسرت کا چلتا ہے
امنگیں دل میں پاتا ہے نئی اٹھتی جوانی کی — ہوس ہوتی ہے رہ رہ کر اب اسکو نغمہ خوانی کی
نگاہِ شوق میں ایک حسن کی تصویر پھرتی ہے — اور اس میں زلفِ پیچاں صورتِ زنجیر پھرتی ہے
نگاہوں سے کسی کی اب نگاہیں ایسی لڑتی ہیں — کسی پر بے محابہ اور کہیں دزدیدہ پڑتی ہیں
کبھی شیون کبھی آہیں کبھی فریاد کرتا ہے — نکل پڑتے ہیں آنسو جب کسی کو یاد کرتا ہے
سمجھتا ہوں کہ ہوں خود رستمِ دوراں شجاعت میں — بجائے قیس میں مسند نشیں ہوں بزمِ الفت میں
وہ جذبہ صورتِ آتش چمکتا ہے جو چہرے سے — فروزاں اور ہو جاتا ہے کچھ شادی کے سہرے سے
بدل دیتی ہے اب فطرت شریکِ زندگی اس کی — بنا دیتی ہے خوگر رنج کا اس کو خوشی اس کی

بنا رکھتا ہے دل میں دوسری دنیائے حسرت کی — رہا کرتی ہے اب اس کو ہوس اولاد و دولت کی
اگر اولاد ہوتی ہے تو کچھ دلشاد رہتا ہے — کبھی خود ناز کرتا تھا اب اس کے ناز سہتا ہے
نکلتا ہے دفاتر کی طرف فکرِ معیشت میں — جگہ منصف کی مل جاتی ہے اسکو اک عدالت میں
شہادت کیلئے اکثر بلاتا ہے گواہوں کو — متانت سے سرِ اجلاس اٹھاتا ہے نگاہوں کو
بصارت کا تحفظ شیشۂ عینک سے کرتا ہے — اور اپنی جامہ زیبی کے لئے گھنٹوں سنورتا ہے
غرض یہ دور ختم ہوتا ہے عیشِ زندگانی پر — خلش پر، فکر پر، اشغال پر، رنگیں بیانی پر
اب اس کے بعد آتی ہے صعوبت عہدِ پیری کی — کہ ضعفِ تن بنا دیتا ہے اک صورت اسیری کی
نہ اب وہ ولولے دل میں نہ وہ شوقِ خود آرائی — جوانی لے گئی ہمراہ اپنے اپنی زیبائی
دہن میں ہیں دُرِ دنداں نہ آنکھوں میں ہے بینائی — نہ قوت پائے لرزاں میں نہ ہاتھوں میں توانائی
بنا دیتا ہے فرشِ زمیں جسمِ خمیدہ کو — وہ گویا ڈھونڈتا پھرتا ہے اب عمر رسیدہ کو

نظر آتی نہیں شکلِ طرب کوئی بھی دنیا میں
اگر جینا ہے کوئی دن تو مرنے کی تمنا میں

انسان کا گناہ

(از جناب حسن عابد جعفری آکسن بیرسٹر ایٹ لاء)

دنیا میں غیور انسانی طبائع نے کبھی زیربارِ احسان ہونا قبول نہیں کیا۔ اور اس کو ننگِ انسانیت سمجھا۔ کچھ مغرب پر منحصر نہیں ہے۔ مشرق میں بھی خودداری ایک صفت تھی۔ اور بہت قدر کی نظر سے دیکھی جاتی تھی۔ اب ہندوستان میں خودداری کو زوال ہے۔ اور استادوں کا تو کیا ذکر ہے۔ ماں باپ بھی اپنی اولاد کو خوددار بنانے کی کوشش نہیں کرتے۔ وجہ یہ ہے کہ موجودہ زمانہ کے باپ خوددار نہیں ہیں۔

سوال یہ ہے۔ کہ موجودہ زمانہ میں جبکہ کامیابی اور ترقی کا انحصار زیادہ تر ذاتی توجہ اور کوشش پر ہے۔ خودداری کو کس طرح فروغ دیا جائے۔ ہمارے نوجوان عموماً عبرت کا مرقع نظر آتے ہیں۔ قدم قدم پر ان کو سرپرست اور مربی کی ضرورت ہے۔ اور بات بات پر وہ سفارش کے لئے چاروں طرف دوڑتے ہیں۔ ایسے نوجوان دنیا کی کشمکش میں کبھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔ ایسے نوجوان کبھی اپنی زندگیوں کو قابلِ فخر اور لائقِ رشک بنا سکتے ہیں۔

یہ انتہائی بے غیرتی اور بے حمیتی ہے کہ ہمارے نوجوان امداد اور سفارش کی بھیک مانگنے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے میں اکثر سوچتا ہوں کہ جس ملک میں ایسے بے غیرت تعلیم یافتہ نوجوانوں کی تعداد زیادہ ہو گی۔ وہ ملک کیونکر ترقی کر سکیگا یونیورسٹیوں اور کالجوں کو اس معاملہ میں مطعون کرنا عبث ہے

جو کام ہم اپنے گھروں پر انجام نہ دے سکے۔ وہ غیر کیا خاک انجام دیں گے۔ اس ملک کے والدین کا فرض ہے۔ کہ اپنی اولاد کو خود مختار بنانے کی کوشش کریں۔ ورنہ ان کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ اولاد کی تعلیم میں کثیر روپیہ صرف کرنا محض روپیہ کی بربادی ہے۔ اس وقت ہمارا روئے سخن ان کی طرف ہے۔ جو خواہ والدین کی غلطی سے، خواہ اپنی عقلمندی سے بزدلی کا شکار ہیں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیئے۔ اگرچہ بظاہر بیکار سی ذرا بے وقعت معلوم ہوتی ہے۔ کہ اگر ہم اس تمام وقت کو جو دوسروں سے امداد حاصل کرنے اور سفارشیں بہم پہنچانے میں صرف کرتے ہیں اپنی مدد آپ کرنے میں صرف کریں۔ تو ہم کو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اور اگر ہم اپنی حالت پر قانع رہیں۔ یعنی موجودہ حالت سے بہترین فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور زیادہ کی ہوس ترک کردیں۔ تو ہماری حالت بدرجہا بہتر ہو جائے گی۔ کیونکہ جو بات اپنے قبضہ میں نہیں ہے۔ اس کے واسطے روح کو تحلیل کرنا اور اس کے عدم حصول پر اپنی طبیعت کو جلانا سخت حماقت ہے۔ اگر ہم اپنے دل کو مضبوط کرکے اپنے ماحول پر نظر دوڑادیں۔ اور پھر اپنی حالت کا اندازہ کریں۔ تو معلوم ہوگا کہ ذرا سی کوشش سے۔ ہم اپنی زندگی کو زیادہ آسودہ بنا سکتے ہیں۔ اور ان باتوں سے جو ہمارے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ ایسی اعانت اور مستقل امداد حاصل کرسکتے ہیں۔ کہ ہماری زندگی کامیاب زندگی بن سکتی ہے۔

مجھے جب کبھی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ طلباء کی کثیر تعداد کو تعلیم میں مصروف دیکھ کر میرے قلب کی حالت ناقابل بیان ہوجاتی ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اس کثیر جماعت میں ایک نونہال بھی ایسا ہے۔ جو اپنی مدد آپ کرنے کی خوبیوں سے واقف ہے اور محسوس کرتا ہے۔ کہ دنیا ایک زبردست بازی گاہ ہے۔ اس میں وہی کامیاب ہوسکتے ہیں۔ جو اپنے ہاتھ پیر چلاکر آگے بڑھنے کی ہمت رکھتے ہیں؟ میں مدرسہ کے لڑکوں سے کالج کے نوجوانوں سے فارغ التحصیل نونہالوں سے بار بار دریافت کرتا ہوں۔ کہ وہ تعلیم سے فارغ ہوکر کیا کریں گے؟ مجھے بتاسف اقرار کرنا پڑتا ہے۔ کہ ہزار میں ایک بھی یہ نہیں کہتا کہ میں دنیا میں داخل ہوکر دنیا کی لڑائیاں لڑونگا۔ اور فتحمند ہوکر کامیاب انسان ہونگا۔ یہ انکشاف ایک حقیقت ہے جس سے ہم منہ نہیں موڑ سکتے اور نہ اس کو پس پشت ڈال سکتے ہیں۔

دفتروں میں محرر نالاں ہیں کہ ترقی نہیں ہوتی۔ ہماری کوئی بات نہیں پوچھتا۔ افلاس کے ہاتھوں زندگی حرام ہے اگر یہ اللہ کے بندے ذرا غور کریں۔ اور ان لوگوں کی زندگیوں کا مطالعہ کریں جو اس دنیا میں نام آور اور دولتمند ہوئے ہیں تو ان پر یہ حقیقت روشن ہوجائے۔ کہ وہ بھی ان کی طرح ایک دن بے روزگار تھے۔ اور ان کا بھی کوئی دستگیر اور مددگار نہ تھا۔ نہ ان کے باپ مالدار تھے۔ اور نہ ان کے عزیز اور احباب بڑے آدمی تھے۔ لیکن ان کا دل غیور تھا۔ اور وہ اپنی مدد آپ کرنا جانتے تھے۔ کیا ان کی کامیاب زندگی کی داستانیں ہمارے مفلس اور بے سرمایہ نوجوانوں کے لئے شاہراہ کامیابی پر پہنچانے کیلئے کافی نہیں۔

دنیا میں کامیابی نام ہے ذاتی ترقیوں کے مجموعہ کا۔ کامیابی ایک دن میں حاصل نہیں ہوتی۔ اور دنیا میں ایسی کوئی ہستی نہیں ہے۔ جو ایک دن میں معراج ترقی پر پہنچ گئی ہو۔ جب تک چھوٹے چھوٹے کاموں میں کامیاب ہونے کی قوت نہیں ہوگی۔ بڑے کام کیونکر اور کس طرح سر ہو سکیں گے۔

ہماری حالت یہ ہے۔ کہ دنیا کو الزام دیتے ہیں۔ اپنی ناکامیوں کی داستانیں رنگین الفاظ میں سناتے ہیں۔

اور ان سب کا جواب وہ تقدیر کو قرار دیتے ہیں۔ بار بار کہتے ہیں کہ سب کچھ کیا۔ مگر تقدیر کے آگے کچھ پیش نہ آئی احباب کا گلہ ہے کہ مدد نہیں کرتے۔ جو دوستی کا دم بھرتے تھے وہی آنکھیں چراتے ہیں۔ کوئی مددگار نہیں۔ ہم ہیں اور ناکامی۔ گوشہ تنہائی ہے اور تقدیر کا ماتم! اب یہ حالت ہے کہ ہمت شکستہ ہے۔ ہاتھ پیر چلتے نہیں۔ دماغ کام دیتا نہیں۔ طبیعت اٹھتی نہیں۔ کائنات عالم میں ہمارے لئے کوئی جگہ نظر نہیں آتی۔ اور ہر چیز میں ہم کو نقص نظر آتا ہے۔ البتہ جو چیز بے عیب نظر آتی ہے۔ وہ ہماری ذات پاک ہے۔ ہماری ہی ہستی بے عیب ہے۔ اور ہمارا کل ماحول بلکہ ہماری پوری دنیا عیب دار ہے۔ اور ہمارے ہی لئے آمادۂ پرخاش ہے۔ لیکن اگر توجہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ ہماری ناکامیابی کی وجہ صرف یہ ہے۔ کہ ہم اپنے ہاتھوں سے شکست کھا چکے ہیں۔

مدد یا اعانت فی نفسہٖ بری نہیں۔ بیماری اور جسمانی تکلیف میں ڈاکٹر اور دوا کی مدد سے جسم کو آرام پہنچتا ہے۔ بخار کی شدت اور کمزوری کی زیادتی میں تیمارداری ایک نعمت ہے۔ اور جب ہم تنہا ہوں اور مصائب کا ہجوم ہو تو دوست کی صحبت پریشانی کو رفع کر دیتی ہے طبیعت میں عزم اور آگے بڑھنے کی خواہش ہو تو اپنی مرضی کے مطابق موقعہ ہاتھ آجانا بڑی بات ہے۔ روپیہ کی طرف سے تنگی ہو تو بنک کے منیجر کا یہ وعدہ کہ جس قدر روپیہ کی ضرورت ہو۔ بنک حاضر ہے۔ دل کی پوری پوری تسلی کر دیتا ہے۔ اسی طرح وگدے کی حالت میں منجانب اللہ صحیح راستہ پر چل نکلنا رحمت ہی رحمت ہے۔

لیکن ان تمام باتوں کے ہوتے ہوئے انسان ہی اپنا بہترین طبیب ہے وہ ہی اپنا بہترین دوست ہے۔ اور وہ ہی اپنے واسطے بہترین مواقع پیدا کر سکتا ہے۔ وہ خود ہی اپنا منیجر ہے۔ اور خود ہی اپنا پیغمبر اور ہادی ہے۔

جس شخص نے اپنا پتہ لگا تا، اپنا کام خود کرنا، اور اپنی طبیعت کو خوش رکھنا معلوم کر لیا۔ تو سمجھئے کہ اس کو بہترین راہبر مل گیا۔

میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی مجھے مدد ملی ہے۔ مجھے اس کی قیمت بھی ادا کرنی پڑی ہے۔ تمام دنیا کا یہی حال ہے۔ اپنے کام کو اگر ہم خود کریں تو جلد ہو جاتا ہے اور اس سوار کی طرح وقت ضائع نہیں ہوتا۔ جو صرف نصف میل جانے کے لئے دو میل پیدل چل کر گھوڑے کو لایا تھا۔

قتدبر

نمونۂ اقبال

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد!

وحدت کی حفاظت نہیں بے قوتِ بازو
آتی نہیں کچھ کام یہاں عقلِ خداداد

اے مردِ خدا تجھ کو وہ قوت نہیں حاصل
جا بیٹھ کسی غار میں اللہ کو کر یاد

مسکینی و محکومی و نومیدیٔ جاوید
جس کا یہ تصوف ہو وہ اسلام کر ایجاد

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

”نکتۂ توحید“

علامہ سر محمدؐ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظم پر

تضمین

یہ مہر اپنی تجلّی دکھا تو سکتا ہے   جہانِ تار کو سینا بنا تو سکتا ہے
ہر ایک ”لات و ہبل“ کو جلا تو سکتا ہے   ”بیاں میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
ترے دماغ میں بُت خانہ ہو تو کیا کہیئے“

مقامِ عشق گو اس کی حد نگاہ میں ہے   وہ سیر کوش مگر اس سے دور راہ میں ہے
وقار کوہ کا جس سے وجودِ کاہ میں ہے   ”وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لَا اِلٰہ میں ہے
طریق شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیئے“

جہاں کا دردِ نہاں تجھ کو نیش خار میں ہے   پیام موت کا شمشیر آبدار میں ہے
تو خوفِ جاں سے کھڑا آخری قطار میں ہے   ”سرودِ جو حق و باطل کی کارزار میں ہے
تو حرب و ضرب سے بیگانہ ہو تو کیا کہیئے“

بتائیں کیا کہ یہ افکارِ حُرّیات ہیں کیا   زمیں پہ اُن کی ضیا سے تجلیات ہیں کیا
تو بے خبر ہے کہ ان کے تاثرات ہیں کیا   ”جہاں میں بندۂ حُر کے مشاہدات ہیں کیا
تری نگاہِ غلامانہ ہو تو کیا کہیئے“

ہو دیدہ ور نہ کوئی جبکہ کم نگاہی سے   تمیز کر سکے کیا امر کی نواہی سے
بتا تو دیں تجھے واعظ یہ خیر خواہی سے   ”مقام فقر ہے کتنا بلند شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے“

شاکر مست

کشمیر اور دکن

کیا مہاراجہ ہری سنگھ اعلیحضرت نظام خلد اللہ ملکہٗ سے سبق لینگے؟

کشمیر شاہی کمیشن کے رو برو جن ترقی پسند ہندوؤں نے بیانات قلمبند کرائے ہیں۔ ان سے بھی ریاست کی خرابیاں روزِ روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اس سلسلے میں لالہ ستیہ پال ایم اے۔ کا بیان بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

"ریاست کے دفتروں میں رشوت ستانی کا بازار اس درجہ گرم ہے۔ کہ کوئی جائز کام بھی ناجائز تحریص کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ محض ناجائز ملازمتیں بڑھانے کیلئے فضول عہدے قائم ہیں۔ جن میں تخفیف لازمی ہے۔"

لالہ جی نے اور بھی بہت سی شکایتیں پیش کیں۔ لیکن ہمیں اس سے بحث نہیں۔ کیونکہ واقعات اور حقائق سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کشمیر ان ریاستوں میں سے ہے۔ جن کا نظام حکمرانی زمانہ قبل از تاریخ کی یاد تازہ کر رہا ہے۔ ریاست کی سلووی آمدنی کا مدار و انحصار مسلمانوں پر ہے۔ جنہیں ریاست کی حقیقی آبادی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن مسلم اکثریت کے حقوق پر نامسلمانوں کا قبضہ ہے۔ اور اسلامی آبادی کے خون پسینے کی کمائی سے غیر مسلم اقلیت رنگ رلیاں منا رہی ہے۔ آج اگر کشمیری مسلمانوں کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو یہی کہنا پڑیگا کہ اس سرزمین جنت آئین میں بھی اکثر لوگ جہنم کا عذاب جھیل رہے ہیں۔ یہ تو حالت ہے اس مسلم ریاست کی جس پر ہندوؤں کا قبضہ ہے۔ اب اس ہندو ملک پر بھی نظر ڈال لیجئے۔ جس پر مسلمانوں کا تسلط ہے۔ یہ ملک دکن کہلاتا ہے۔ یہاں آبادی کے لحاظ سے ہندوؤں کی وہی حیثیت ہے جو کشمیر میں مسلمانوں کی ہے۔ لیکن دونوں کے نظم و نسق میں کتنا فرق ہے۔ دونوں کے طرز حکمرانی میں کس درجہ تفاوت ہے؟ اس کا جواب واقعات و حقائق کی زبان سے سنئے۔ دکن میں سکھوں کی آبادی بہت کم ہے۔ بایں ہمہ گوردوارہ ناندیڑ کو اتنی جاگیر دی گئی ہے۔ جو اس عبادت گاہ کی ضروریات سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ ہندوؤں کی عبادت گاہوں کے لئے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں روپے کے انعامات و وظائف اور جاگیریں ہیں۔ اس کے مقابلے میں کشمیر کی اسلامی عبادت گاہوں اور خانقاہوں پر نظر ڈالئے جو تاریخی حیثیت رکھنے کے باوجود حکومت کی بے اعتنائی کا نشانہ بنی ہوئی ہیں۔ اور وظائف و انعامات تو درکنار چند مسجدوں پر حکام غاصبانہ دست درازی بھی کر چکے ہیں۔ اس امتیاز سے دکن اور کشمیر کی ریاستوں کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کشمیر میں آج تک کسی مسلمان کو وزیر اعظم بننے کا موقع نہیں دیا گیا۔ لیکن دکن میں جس ہندو ہستی کو وزارت عظمیٰ کی کرسی پر سب سے زیادہ جلوہ گر رہنے کا موقع ملا۔ وہ بزرگ مہاراجہ سر کشن پرشاد ہیں۔ کشمیر میں مسلمانوں کو ہر لمحہ اتلاف حقوق کا رونا رونا پڑتا ہے۔ لیکن دکن میں حضور نظام کا فیض عام بلا امتیاز ہندو و مسلم سب پر الطاف و اکرام کے پھول برسا رہا ہے ماسی مساویانہ کرم فرمائی کا نتیجہ ہے۔ کہ دولت آصفیہ میں کسی مستقل کشمکش کے لئے گنجائش پیدا نہیں ہوتی۔ آج سے کچھ عرصہ پہلے جب غیر دکنی آریہ کی شوریدہ سری نے طوفان برپا کر دیا تھا۔ تو اس

زمانے میں بھی مٹھی بھر آریوں کے سوا ساری ہندو آبادی نے اعلیٰ حضرت حضور نظام خلد اللہ ملکہ کے فیاضانہ رویے کی تعریف کی اور آج تک کر رہی ہے۔ ہندوؤں سے جو برگزیدہ شخص اُٹھتا ہے وہ حضور اقدس اور حضور کے خدام کی فیاضیوں، نصفت شعاریوں اور رعایا پروری کا بہ صمیم قلب اعتراف کرتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ دکن کے ہندو حکومت کے گن گاتے ہیں؟ اور کشمیر کے مسلمان نظام حکمرانی سے کیوں نالاں ہیں؟ اس کا ایک ہی جواب ہے۔ کہ دکن کی عنان اختیار اعلیٰحضرت قدر قدرت میر سر عثمان علی خاں خلد اللہ ملکہٗ وسلطنتہٗ کے دست مبارک میں ہے۔ اور کشمیر پر حضور مہاراجہ سر ہری سنگھ بالقابہ کا قبضہ ہے۔ حضور مہاراجہ صاحب اپنی شاہانہ بے نیازی کے باعث ان ملازمین کی طرف توجہ نہیں فرماتے۔ جو فرائض حکمرانی بھی ذاتی تعصب کے پیمانے سے ناپتے رہتے ہیں۔ ادر اعلیٰ حضرت حضور نظام کی جہاں بیں نظریں چپڑاسی سے وزیر اعظم تک کے اعمال و افعال کا جائزہ لیتی رہتی ہیں۔ جہاں کوئی نقص دیکھا فوراً ازالہ کر دیا۔ علاوہ ازیں شاہانہ توجہ کا سلسلہ کسی طریقے پر رائے عامہ سے استوار رہتا ہے۔ اس لئے راعی اور رعایا کے مفاد میں کسی قسم کی مغائرت پیدا نہیں ہوتی۔ حضور اقدس کی انگلیاں ہر وقت حالات و واقعات کی نبض پر رہتی ہیں۔ اس لئے ضرورت وقت کی تکمیل کا احساس ہر وقت قلب شاہانہ کو مسرور رکھتا ہے۔ اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ امور حکمرانی میں مذہبی تعصب، قومی امتیاز، اور عصبی و نصبی تفوق کو دخل دینے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ کشمیر کی سی حالت نہیں۔ کہ ڈوگرے اور برہمن کے سوا کسی کو فرائض انجام دینے کا حق ہی حاصل نہیں۔ کہتر و بہتر مسلم و ہندو اور سیاہ و سفید کے لئے یکساں طور پر مراعات کے دروازے کھلے ہیں۔ کسی قسم کی تمیز روا نہیں رکھی جاتی۔ یہ ہیں خصوصیات جو دکن کی ہندو آبادی کو حضور نظام عالی مقام کا مداح بنا چکی ہیں۔ اور انہیں خصوصیات کی کمی کے باعث کشمیری مسلمانوں میں ہیجان و اضطراب کا طوفان برپا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ مہاراجہ بہادر بھی اعلیٰ حضرت حضور نظام کی بے تعصبی، حقیقت بینی، بصیرت و فراست اور فیض و مساوات سے سبق حاصل کریں۔ اگر آج مہاراجہ صاحب بھی حضور نظام کے نقشِ قدم پر گامزن ہوں تو کل ہی مسلمان رعایا آپ کو ممدوح و محبوب سمجھنے لگے گی۔ کیا مہاراجہ صاحب ان معروضات کو رئیسانہ توجہ سے سرفراز فرمائیں گے؟

آسائش دو گیتی تفسیر ایں دو حرف است
با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

"آصف جاہ اعظم"

حال ہی میں حیدر آباد دکن کی انجمن مذاہب کا ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی، پارسی، جینی، سناتنی اور آریہ تمام عقائد کے عام و خاص نے شمولیت کی۔ حضور نظام فرمانروائے دکن و برار سے اظہار وفاداری کیا گیا۔ اور تحریک ہوئی کہ اعلیٰحضرت کو "آصف جاہ اعظم" کا خطاب ملنا چاہیئے۔ اس تحریک کی تائید سروجنی نائیڈو نے پر زور الفاظ میں تائید کی۔

بصائر و عبر

دُنیائے بے ثبات

دنیائے بے ثبات

لق و دق سنسان بیابان میں ماں نے سنگدلی سے آہ! کس قدر سنگدلی سے اپنا نوزائیدہ لختِ جگر کو کلیجہ پر پتھر رکھ کر لب سڑک پھینکدیا۔ کیونکہ درحقیقت غریب الوطنی۔ افلاس دُوریٔ منزل اور پیادہ پا ہونے کی وجہ سے وہ ایسا کرنے پر مجبور تھی۔

ایسے رنج و مصیبت کے وقت اس نوزائیدہ بچی کی پیدائش کو سب نے نظرِ استحقار سے دیکھا۔ اور بیحد منحوس سمجھا۔ انہیں کیا خبر تھی کہ یہ گدڑی کا لعل کس قدر آبدار ہوگا۔

حسنِ اتفاق سے تھوڑے عرصہ بعد وہاں سے ایک قافلہ کا گذر ہوا۔ سالارِ کارواں نے لب سڑک عالمِ بےکسی میں چاند کا ٹکڑا پڑا پایا تو ضمیر نے اجازت نہ دی کہ اسے ایک نگاہِ غلط انداز کا مستحق سمجھے ہوئے یونہی بے اعتنائی میں گذر جائے۔ فوراً ملازموں کو حکم دیا۔ کہ اس ننھی بچی کو باحتیاط تمام اٹھا لو۔ اور اس کے لئے دودھ پلانے والی انا تلاش کرو"

خدا کی قدرت دیکھو۔ کہ حسن اتفاق سے دودھ پلانے کو بھی اس بچہ کی ماں ہی مقرر ہوئی۔ اور وہ کنار مادر میں پرورش پانے لگی۔

وہ ننھی سی بچی اب چمنستانِ شباب میں غنچۂ بہار کی مانند کھل رہی تھی۔ نقاشِ فطرت نے اس پیکرِ رعنائی کو جمالِ سیرت اور کمالِ صورت سے خوب آراستہ و پیراستہ کیا تھا۔

شاہی محلات میں الواع و اقسام کی قندیلیں اور رنگا رنگ کے فانوس روشن تھے۔ پائیں باغ گویا گوں و دلفریبیوں کا مرقع بن رہا تھا۔ گلہائے نوبہار بہائے میگوں سے سرشار ہو رہے تھے مطربان سحر تارہائے چنگ و رباب پر مضروب زن تھے۔ عنا دل کی مضروب زمزمہ ارائیاں عجب انداز سے دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو رہی تھیں۔

فضا میں سکون مطلق تھا۔ چاندنی سطح آب رواں پر مستِ خرام اداؤں سے رقصاں تھی اور وہ سرو قد نازنین لب جو محوِ گلگشت تھی۔ شہنشاہِ وقت اس کی ہلکی سی مسکراہٹ پر دنیا و مافیہا کو نثار کرنا فخر سمجھتا تھا۔ جس کی قلمرو میں تمام طول و عرض ہند شامل تھا۔

وہ ایک اولوالعزم اور بلند پرواز دماغ رکھتی تھی۔ اور ملک کے نامور ادیب فصحا اور علامہ دہر اس کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

آج بھی ارغوانی آسمان تمام دنیا کا سائبان ہے۔ اور آفتاب بدستور سابق گوشۂ خاور سے طلوع ہو کر وادیٔ مغرب میں منہ چھپا لیتا ہے۔ لیکن آہ وہ مہ پیکر۔ مہر طلعت نورجہاں اس جہان میں نہیں ہے۔

وہ حسن کا مجسمہ وہ نور کی پتلی اپنے دلدار شوہر کے پاس (جس کے دبدبے سے تمام سلاطین اطراف و اکناف کے بید

مجنوں کی طرح لرزاں تھے۔ شاہدرہ میں گز بھر جگہ میں معروف خواب ناز ہے۔ ہاں وہ نازو نعمت کے پلے۔ وہ نازک اندام آج سینکڑوں منوں بوجھ تلے خاموش سوتے ہیں۔ ان کے گورِ غریباں سے گاہے گاہے نسیم سحر کے جھونکوں سے یہ آواز سنائی دیتی ہے۔ "کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ" بیشک یہ اہل دل اور چشم بینا کے لئے درس عبرت ہے۔

بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

داستان پارینہ

مرتبہ ...

دختر اسلام کی دلیری

سلطان محمود غزنوی کے زمانہ میں کوچ بلوچ (کرمان کے پہاڑی جرگوں) کے قزاقوں نے رباط اور دیر گچین (اصفہان میں) ڈاکہ ڈالا۔ ایک بڑھیا کا مال و اسباب بھی لٹ گیا۔ اس نے سلطان سے فریاد کی۔ تو خدا کی طرف سے ہمارا حافظ اور نگہبان ہے۔ یا میرا مال دلا یا اس کا معاوضہ عطا کر۔ سلطان نے کہا مجھے خبر نہیں ہے۔ کہ دیر گچین کہاں ہے؟ بڑھیا بولی۔ اے سلطان اسقدر ملک فتح کر کہ ان کے جغرافیہ سے تو واقف ہو سکے۔ اور ان کا انتظام کر سکے۔ سلطان نے اس جواب کو تسلیم کر کے پھر کہا۔ یہ لوگ کہاں سے آئے تھے اور کون تھے۔ بڑھیا نے کہا۔ کوچ بلوچ کے ڈاکو تھے۔ جو کرمان کے قریب ہے۔ سلطان نے کہا۔ وہ میری سرحد سے باہر ہے۔ اس کا میں کیا انتظام کر سکتا ہوں۔ بڑھیا نے کہا اسی عدل و انصاف پر شہنشاہی کا دعویٰ ہے۔ وہ بادشاہ کیا جو اپنی سلطنت کا انتظام نہ کر سکے۔ اور وہ چرواہا کیسا جو اپنی بکریوں کو بھیڑیئے سے نہ بچا سکے۔ اس حالت میں میرا تنہا اور ضعیف ہونا اور تیرا فوج اور لشکر رکھنا دونوں برابر ہیں۔ سلطان محمود نے جب بڑھیا کے یہ جوانمردانہ کیکپا دینے والے کلمات سنے۔ تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کو بہت کچھ دے دلا کر رخصت کیا۔ اور بوعلی الیاس امیر کرمان کو لکھا۔ کہ مفسدوں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں بھیج دو۔ یا مال لوٹ کر برآمد کرا کے قزاقوں کو پھانسی دے دو۔ تاکہ آئندہ وہ دوسرے ملک میں لوٹ مار نہ کر سکیں۔ ورنہ یاد رکھو کرمان بمقابلہ سومنات بہت قریب ہے۔ امیر کرمان سلطان کے خوف سے ایک جرار فوج لیکر گیا۔ دس ہزار بلوچی قتل ہوئے اور بے انتہا مال غنیمت ہاتھ لگا۔ امیر بوعلی نے سب سامان غزنی بھجوا دیا۔ اور سلطان نے منادی کرا دی۔ تمام ملک سے لوگ آتے تھے۔ اور اپنا مال پہچان کر لے جاتے تھے۔ سلطان نے ایک اور کام یہ کیا۔ کہ ملک سے ہر قسم کی خبریں منگوانے کے لئے پرچہ نویس مقرر کر دیئے۔ تاکہ حاکموں کے ظلم و ستم اور تغافل اور ملک کے حالات کی خبر ملتی رہے۔ ایک بڑھیا کی آزادی اور جرأت نے ملک کو کس قدر فائدہ پہنچایا۔ کہ ڈاکوؤں سے ہمیشہ کے لئے نجات مل گئی۔ اور چھینا ہوا مال بھی واپس آگیا۔

وندے ماترم پریس امرتسر میں قریشی محمد علی رونق ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش واقعہ شریف گنج امرتسر سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۴

INDIA POSTAGE

القریش

رسالہ جامعہ دہلی
Delhi

ستمبر ۱۹۴۲ء
رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ

جلد (۳۱) — نمبر (۹)

ایڈیٹر:-
محسن القوم محمد علی رونق صدیقی

بارگاہِ رسالت میں

(از خطیبۂ ہند زہرۂ سخن سیدہ اختر حیدر آبادی صدر آل انڈیا زنانہ مسلم لیگ)

کفرِ ظلمت سے بچا صاحبِ ایماں کردے — اے رسولِ عربیؐ ہم کو مسلماں کردے
ہم ہیں محتاجِ کرم تجھ کو کوئی بات نہیں — تُو جو چاہے تو بیاباں کو گلستاں کردے
روحِ توحید کو ہر قلب میں تڑپادے تُو — نورِ اسلام سے عالم کو فروزاں کردے
جگمگا دے رُخِ روشن سے ہمارے دل کو — روحِ خاموش کو پھر مست خراماں کردے
پھر جہاں پھونک دیں آتشکدۂ شوق سے ہم — پھر زمانے میں ہمیں شعلہ بداماں کردے
ہم کو پھر اپنی حقیقت سے خبردار بنا — ہم کو اسلاف کا پھر تابعِ فرماں کردے
پھر ہمیں سجدۂ مقصود کا دیوانہ بنا — پھر جبینوں کو ہماری مہِ تاباں کردے

تجھ سے اختر کی دُعا ہے یہی اے شاہِ اُمم
آج پھر ہم کو نئے سر سے مُسلماں کردے

شذرات

سلطان دکن کی سالگرہ مسند نشینی

شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں :-

رعیت چو بیخ است سلطاں درخت
درخت اے پسر باشد از بیخ سخت

سلطان دکن اعلیحضرت حضور نظام عالی مقام اس اصول کے پیش نظر فرائض جہانداری ادا فرما رہے ہیں۔ مملکت آصفیہ میں ہندو مسلم سکھ پارسی۔ عیسائی ہر مذہب و عقیدہ اور قوم و ملت کی رعایا آباد ہے۔ مگر لطف شاہانہ سے حکومت اور نظام حکومت کے خلاف کسی کو شکایت نہیں۔ ہر فرقہ و قوم بجائے خود کیا دنیوی مقاصد کی انجام دہی میں اور کیا مذہبی فرائض کی ادائیگی میں مختار کل اور آزاد ہے۔ ممالک محروسہ سرکار عالی میں جہاں پناہ کے سایہ میں بسنے والی اقوام کے باہمی روابط و ضوابط نہایت دوستانہ ہیں۔ اور محبت و مودت کی بنیادوں پر قائم ہیں۔ کوئی شرارت نہیں۔ کوئی قضیہ نہیں۔ اور کوئی ایسا فتنہ نہیں۔ جو اقوام مختلفہ کے مراسم یگانگی میں تفریق و تشتت کی خلیج حائل کر سکے۔ گویا راعی بھی خوش اور رعایا بھی خوشحال ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم،

پچھلے دنوں جہاں پناہ کی ۳۴ ویں سالگرہ مسند نشینی کی تقریب سعید پر ملک کے گوشے گوشے میں جو تہنیتی اجلاس منعقد ہوئے۔ اور رعایا کے مختلف فرقوں نے اپنے محبوب تاجدار کی بارگاہ میں خلوص قلبی کے ساتھ خراج عقیدت پیش کرنے کا فخر حاصل کیا وہ راعی و رعایا کے مخلصانہ تعلقات کے مظہر ہیں۔ چنانچہ ۲۱ اگست کو حیدرآباد کے عیسائیوں نے بارگاہ ہمایونی میں جو پیغام عقیدت ارسال کیا ہے۔ اس کے الفاظ ہیں کہ

"حیدرآباد ریاست کے عیسائی اس تقریب کو مناتے ہوئے نہایت خوش ہیں اور ہم حضور (نظام) اور آپ کی مسند کیلئے ہمیشہ ہی عقیدت بھرے جذبات رکھنے کی توقع رکھتے ہیں ہم عیسائیوں کو ان آسائشوں اور حقوق کی پوری قدر ہے۔ جو آپ کے تیس سالہ دور حکومت میں ہمیں نصیب ہوئے۔ حکومت نے عیسائی اداروں کیلئے جسقدر امداد دی ہے۔ اسکے لئے ہم نہایت مشکور ہیں۔ اور ہم خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ آپ کو عمر خضر عطا ہو۔ اور آپ کے اقبال خداداد میں دن دونی ترقی ہو"

ہندو مسلم سکھ اور پارسی وغیرہ اقوام کی طرف سے بھی اظہار وفاداری کیلئے جلسے ہوئے اور ہدایائے عقیدت پیش کئے گئے۔ ایک پبلک اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے نواب چھتاری نے حضور نظام کے دور حکومت میں کی ان گوناگوں کامیابیوں کا ذکر کیا جو عہد نظام کا ایک امتیازی درجہ رکھتی ہیں۔ آپ نے خسرو جہاں پناہ سر میر عثمان علی خاں بہادر کی سادگی طبع کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہاں شان و شکوہ ذاتی پر خرچ کرنے کی بجائے رعایا پروری اور اس کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر خرچ کیا جاتا ہے" ایک قرارداد میں حضور نظام کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت پیش کیا گیا۔ اور درازی عمر کی دعا کی گئی۔

جس حکمران کے دور حکمرانی میں عدل گستری رعایا پروری اور مساوات و رواداری کا بول بالا ہو۔ جہاں شرافت و نجابت کی قدر کی جائے۔ جرائم کے کما ینبغی انسداد کیلئے کڑی نگرانی علمی، اقتصادی اور صنعتی و حرفتی چرچے ہوں تجارت و زراعت

اور ترقی کی دیگر شاہراہیں کھلی ہوں۔ حکومت رعایا کی خوشحالی و فارغ البالی کیلئے بے دریغ زر و دولت قربان کرے۔ نظام مملکت میں بوقت ضرورت مناسب تبدیلیاں کرنے میں احتراز نہ ہو۔ غرض جہاں مروت ہی مروت ہو وہاں امن و اتحاد کے قیام کیلئے کسی پراپیگنڈا کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور نہ کبھی فضا میں تکدر پیدا ہونے کا امکان لاحق ہوتا ہے۔ دولت آصفیہ عالیہ کا عہد زرین ان تمام آلائشوں سے پاک ہے جو طبائع میں تلخی پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مملکت آصفیہ شبانہ روز قابل ستائش ترقی کر رہی ہے رعایا کا ہر شخص بجائے خود ایک مسرت محسوس کرتا ہے اور اپنی پرامن کامیاب زندگی پر مسرور ہے۔ اعلیٰ حضرت کے ارشادات شاہانہ کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ گویا رعایا کی قلبی دعائیں ان کے ساتھ ہیں

وہ مخصوص ہستیاں جنہیں احکم الحاکمین نے حکمرانی کی نعمت عظمیٰ سے نوازا ہے جنہیں لاتعداد انسانوں پر فرمانروائی کی فضیلت دے رکھی ہے۔ اگر اعلیٰحضرت حضور نظام حیدرآباد دکن کے تتبع میں اپنے فرائض اور اپنی رعایا کے حقوق کو کما حقہ پہچانیں۔ تو دنیا کا تاریک اور ظلمت آفریں ماحول آج امن و آسائش کی روشنی سے اجالا ہو سکتا ہے ٭

ہندو پریس کی صحافتی دیانت

فرخ نگر (گوڑگاؤں) میں چند غنڈے نومسلمہ کو اٹھا کر لے گئے۔ علاقے کے ہندوؤں کا فرض تھا کہ وہ ان ننگ انسانیت لوگوں کی مذمت کرتے۔ ان کے مذموم فعل پر لعنتوں کی بوچھاڑ ہوتی اور مسلمانوں کے زخم مظلومی پر ہمدردی کی مرہم کا پھاہا رکھنے کی کوشش کی جاتی۔ تاکہ شرارت کی ذمہ داری کا حلقہ چند وحشی مزاج لوگوں تک محدود رہتا۔ لیکن یہ شریر انفرادی مجرم نہ تھے۔ بلکہ ایسی ہمہ گیر سازش کی نمائندگی کر رہے تھے۔ جو سارے علاقے کے ہندوؤں نے کھڑی کی تھی۔ چنانچہ ہندوؤں نے تلافی مافات کی بجائے فتنہ کو قیامت بنانا شروع کر دیا۔ گاؤں گاؤں میں منادی کی گئی۔ ہندوؤں کو فرخ آباد کی طرف بلایا گیا۔ بالآخر ہزاروں ہنود کے ہجوم نے مٹھی بھر مسلمانوں کے محلہ پر حملہ کر دیا۔ بلوائیوں نے بوڑھے کے بڑھاپے کی پرواہ کی نہ جوان کی جوانی پر ترس کھایا۔ نہ مستورات و اطفال کو تشدد سے بچنے دیا۔ نہ مسجد ہی کو قابل تقدیس سمجھا۔ چنگیزی فوج کی طرح سب کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیا۔ اس دھاوے اور غارتگری میں جان و عزت کے نقصان کے علاوہ سولہ مسلمان شہید کر دیئے گئے اور درجنوں مجروح و مضروب ہوئے ٭

شہید ہونے والے سب کے سب مسلمان ہیں۔ اور قاتل و غارتگر تمام ہندو۔ انسانی شرافت کے پیش نظر توقع تھی۔ کہ ہندو اخبارات مسلمانوں سے جس ہمدردی و دلنوازی کا برتاؤ کرینگے اس پر انسانی تہذیب ہمیشہ ناز کرتی رہے گی لیکن ہندو اخبارات نے مسلمانوں کے زخم پر نمک افشانی شروع کر دی چنانچہ "پرتاپ" نے چنگیز کے چیلے کا پارٹ ادا کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ:۔

> "فرخ نگر کے ہندوؤں پر جو گذر رہی ہے اس کا ذکر "پرتاپ" کے کالموں میں پہلے بھی ہو چکا ہے۔ لیکن تازہ اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ابھی ان بیچاروں کی نجات عنقریب نہیں۔ تیس کے قریب ہندو گرفتار کئے جا چکے ہیں۔ مزید بتیس کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوئے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ میں شاید صرف ایک مسلمان گرفتار کیا گیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندو ہجوم پر مسلمانوں نے گولیاں چلائیں۔ مسلم ہجوم کو اشتعال دلایا۔ ایک مسلمان پولیس افسر نے لیکن ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو رہی اور سارا نزلہ بیچارے ہندوؤں پر گر رہا ہے۔ علاقہ کے سر کردہ ہندوؤں نے گورنر پنجاب انسپکٹر جنرل پولیس اور متعلقہ افسروں کو تار دیئے۔ کہاں سے

انصاف کیا جائے۔ ان کو سب سے بڑی شکایت اس بات کی ہے۔ کہ سارے کا سارا تحقیقاتی سٹاف مسلمانوں کا ہے۔ اگر یہ درست ہے تو ہندوؤں کے خدشات اور وسواس قدرتی ہیں۔ ایسی حالت میں گورنر پنجاب اور دیگر افسران پر لازم ہے کہ ہندوؤں سے انصاف کریں۔ اور ان کے واجب خدشات کو رفع کریں۔

دیکھا! حادثہ کے اسباب و علل کیا ہیں؟ وحشیانہ حرکات کا مرتکب کون ہوا، جان و مال اور عزت کس کی تباہ ہوئی۔ کس کے خون سے ہاتھ رنگین کئے گئے۔ اور "پرتاپ" کیا کہہ رہا ہے۔ یہ ہے صحافتی دیانت جس پر ہندو پریس کو ناز ہے۔

یادش بخیر خان بہادر بھیا رشید الدین میرٹھی کی وہ فرم جو آپ نے "قصاب" برادری کو "قریشی" مشہور کرنے اور اس کے بعد زرعی حقوق پر ہاتھ مارنے کیلئے بنا رکھی ہے۔ ایک غیر معین عرصہ کی خاموشی کے بعد گورنمنٹ کے ان احکام کے خلاف ایک آدھ احتجاجی ریزولیوشن پاس کرنے کیلئے کروٹ لے رہی ہے جس میں "گوشت" پر کچھ پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ قصاب برادری کی بدنام کنندہ نکو نامے چند جمعیتہ القریش کا اجلاس ۱۷ اگست کو اصالت پور کے مقام پر منعقد ہونے والا تھا۔ اخبارات میں اعلانات بڑے زور و شور سے شائع ہوئے تھے لیکن کارروائی معلوم نہیں ہو سکی۔ غالباً گائے۔ بیل بھینس وغیرہ جانوروں کے گوشت اور ان کی کھالوں کی اقسام اور نرخوں کے متعلق کوئی ریزولیوشن ہوگا جس کی اشاعت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی بہرحال قصاب حضرات "جمعیتہ القریش" کے نام کو زندہ رکھنے کیلئے کوئی نہ کوئی بہانہ ضرور تلاش کر لیتے ہیں تاکہ اس کے دوررس نتائج سے قصابوں کی آئندہ نسلیں تبدیلی قوم کے ضمن میں استفادہ کر سکیں ورنہ جمعیتہ القریش کی معنوی حیثیت معلوم! بچاری کب تک بھیاجی کی سرمایہ داری کا سہارا لے سکیگی۔ بنیاد ہی نہیں تو عمارت کیونکر کھڑی رہ سکتی ہے۔ آخر اس کا بھی وہی حشر ہوگا۔ جو میراسیوں کی "جمعیتہ القریش" کا ہو چکا ہے۔ بیک بعد از ہزار رسوائی۔

علمائے دین کا آغاز و انجام

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی دار البقاء کو سدھار گئے انا للہ وانا الیہ راجعون،

آپ کی ولادت سکھوں کے گھر ضلع سیالکوٹ میں ۱۰ مارچ ۱۸۷۲ء کو ہوئی۔ سولہ سال کی عمر میں آپ مشرف باسلام ہوئے اور تحصیل علوم شروع کر دی۔ فقہ و حدیث کے عالم بنے بصارت القرآن میں مہارت تامہ حاصل کی۔ ایک بلند پایہ عالم، معلم، مفسر، محدث اور فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ خاموش انقلابی بھی بن گئے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں آپ نے اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کر دیا۔ راز افشا ہونے پر آپ افغانستان چلے گئے۔ کابل، ماسکو اور لینن گراڈ سے پھر پھرا کر حجاز پہنچے اور سرزمین مقدس میں تیرہ برس تک قرآن و حدیث کا درس دیتے رہے ۱۹۳۹ء میں اجازت ملنے پر مراجعت فرمائے وطن ہوئے جب ساحل ہند پر قدم رکھا تو دگرگوں مشہود احوال عالم کا معاملہ تھا نہ وہ ماحول نہ فضا نہ وہ بساط سیاست اور نہ وہ مہرے۔ لہٰذا اس نئے ماحول میں ایک کس مپرسانہ شخصیت کے حامل رہے۔ چونکہ طبیعت انقلابی تھی اس لئے اسی جنون میں "نربدا۔ جمنا سندھ ساگر" ایسی بے نتیجہ سکیمیں بناتے رہے۔ تا آنکہ ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو ریاست بہاولپور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ گویا آپکی ساری عمر نہ ملک و ملت کے کام آئی۔ اور نہ آپ کی سیاسی سرگرمیاں ملک و وطن کیلئے نتیجہ خیز ہو سکیں۔ علم کا ایک بحر بے پایاں، علوم دینی کا قلزم ذخار عمر کے ۷۱ سال میں کوئی ایسا کام نہ کر سکا جو تاریخی حیثیت سے آپ کی یادگار کے طور پر پیش کیا جا سکے۔

اب جمعیتہ العلماء ہند کے صدر، اور دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث، حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی دو سال سات

ماہ قید کاٹنے کے بعد رہا ہوئے ہیں۔ مولانا کی شخصیت کسی تعریف و تعارف کی محتاج نہیں۔ ہندوستانی علماء میں آپ نہایت بلند پایہ مقام پر ہیں۔ لیکن اسی مرض کے آپ بھی مریض ہیں۔ مگر انقلابی نہیں تو طالبان آزادی میں پیش پیش ضرور ہیں۔ لہٰذا اس سیاسی عقیدہ کے لحاظ سے کانگریسی اور گاندھوی ہوئے۔ یہی وہ بزرگ ہیں۔ جنکے لئے وطن وملت کے نظریہ کے پیش نظر حضرت علامہ اقبال رحمۃ نے فرمایا "ز دیوبند حسین احمد این چہ بوالعجبی است" ۱۹۴۲ء کے ریزولیوشن کے سلسلہ میں جو کانگریسی گرفتار ہو کر دار النجات جیل میں تشریف لیگئے تھے انکی صف اوّل میں ایک آپکی ذات ستودہ صفات بھی تھی۔ اور اب وہیں سے مراجعت فرما ہوئے ہیں۔ ایک مدت سے دشت پیما یان سیاست کی سلک میں آپ منسلک ہیں۔ اسلئے آپکی علمی وعملی کوششیں اسی اُدھیڑبن کیلئے مرکوز رہیں۔ مولانا محترم کی سیاسی فراست اور ایمانی بصیرت مسلمہ ہیں آپ ہی کی صدارت میں جمعیۃ العلماء کے اجلاس منعقدہ لاہور نے وہ قرار داد منظور کی تھی۔ جس میں پاکستان کے اصول کو تسلیم کیا گیا تھا۔ اور اس کی حمایت کی گئی تھی ۔

مولانا مسلمانوں کے سواد اعظم سے کٹ کے آزادی وطن کے نظریہ کو اصول قرار دیکر غیرمسلموں کے قافلہ میں شریک ہو کر جیل تشریف لے گئے۔ اور اڑھائی سال کی مدت بالکل ضائع کر دی۔ یہ قیمتی وقت نہ عاقبت کیلئے صرف ہوا۔ اور نہ ملت کی فلاح کے کام آیا۔ عمر عزیز کے قیمتی اوقات اس طریق پر بے نتیجہ غیر شرعی امور پر ضائع کرنا مولانا ایسے متبحر عالم کے شایان شان نہ تھا۔ امید ہے کہ آئندہ مولانا اسلام واسلامیان کی قابل صد فخر ولائق صد ستائش خدمات انجام دیں گے۔ ورنہ ڈر ہے کہ مولانا سندھی کی طرح ان کے فضائل بھی بے نتیجہ نہ رہ جائیں ۔

حکومت ہند اور حجاج

حکومت مصر نے ایک اعلان کے ذریعہ حجاج پر پابندیاں عائد کردیں۔ کہ جو اشخاص پہلے حج کر چکے ہیں۔ وہ دوبارہ نہ جائیں۔

حکومت ایران نے ایک حکم جاری کیا ہے۔ جسکی رو سے اہل ایران کو امسال حج کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ حج ایک اہم مذہبی فریضہ ہے۔ اسکی ادائیگی صاحبان نصاب کیلئے نہایت ضروری ہے۔ عام مسلمان بھی جو زاد راہ کی توفیق رکھتے ہوں جاسکتے ہیں شریعت نے اس کیلئے کوئی تخصیص اور کوئی پابندی عائد نہیں کی لیکن اب حکومتیں اس فریضہ کی ادائیگی میں مداخلت کرکے مختلف النوع پابندیاں عائد کرنے لگی ہیں۔ جو کسی طرح مستحسن نہیں سمجھی جاسکتیں ۔

حکومت ہند نے پیہم مطالبوں، احتجاجوں اور پُر زور اپیلوں کے بعد کرم فرمائی کی تو اس نے بھی حجاج کی تعداد تعین کر دی۔ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اس مرتبہ حجاج کی ایک محدود تعداد کو حج کا فریضہ ادا کرنے کی غرض سے حجاز پہنچانے کیلئے جہازوں کا انتظام کیا جائے گا"۔ گویا حکومت ہند کی اس کرمفرمائی سے حجاج کی ایک محدود تعداد مستفیض ہو سکیگی۔ اور محدود دائرہ کی حدود میں داخل ہونے کیلئے کثیر التعداد لوگوں کو مصائب برداشت کرنے ہونگے اب جبکہ حج کا راستہ بالکل خالی از خطرہ ہے۔ کوئی زحمت ہی نہیں اور ایسی صورت میں جبکہ جنگ قریباً جیتی جاچکی ہے۔ جہاز بھی حسب ضرورت مہیا ہو سکتے ہیں۔ محدود مقدار کی شرط بالکل غیر مناسب ہے پچھلے سال بھی حجاج سینہ پر صبر کا پتھر رکھے پڑے رہے اور اب جبکہ حالات مساعد اور راہیں صاف ہیں۔ ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور ہر چند وہ ہر قیمت پر جانے پر آمادہ وتیار ہیں۔ تو حکومت کا فرض ہے کہ تکمیل ارادہ میں ان کی اعانت وحفاظت کرے حکومت مصر کی تقلید اس لئے موزوں نہیں۔ کہ یہاں کے حالات مصر سے جداگانہ ہیں۔ امید ہے کہ اس مسئلہ پر مکرر توجہ دی جائے گی ۔

جنگ ختم ہو رہا ہے

۷ ستمبر کی اخبارات پر جلی عنوان ہے۔ امریکن فوجیں جرمنی

کی حدود کے اندر جا پہنچیں" اتحادی فوجیں جرمنی میں داخل ہوگئیں" "انڈیپنڈنٹ ویسیج" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ:۔

"کانفرنس میں دنیا کو پانچ حصوں میں تقسیم کرنیکی تجویز منظور ہو چکی ہے۔ اور ہر حصے کی حفاظت بین الاقوامی پولیس کرے گی اور ان پانچ منطقوں کی نگرانی ایک کونسل کرے گی۔ جو چین روس، برطانیہ اور امریکہ کے نمائندوں پر مشتمل ہوگی۔ منطقہ ایشیا کی حفاظت اور قیام امن کا کام چین اور روس کے سپرد ہوگا برطانیہ و فرانس میں امریکہ برطانیہ اور فرانس کی مشترکہ پولیس دیکھ بھال کے فرائض انجام دے گی۔ بلقان کی حفاظت کا فرض ترکی، یونان اور یوگوسلاویہ پر عائد ہوگا۔ مغربی کرۂ ارض کی نگرانی امریکہ کے سپرد ہوگی۔ یہ تو ہے چار منطقوں کی حالت اب رہا پانچواں منطقہ جسے جرمنی کہا جاتا ہے۔ تو اس کے متعلق ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ بعض نمائندوں کا خیال ہے کہ جرمنی کی قسمت کا مالک روس کو بنا دیا جائے۔ اور اس کی امداد کیلئے اتحادیوں کی مشترکہ فوج سے کام لیا جائے۔

ہمیں سکیم اور حصص کی تقسیم سے بحث نہیں خوشی اس بات کی ہے۔ کہ جنگ نہایت عجیب طریقہ پر غیر متوقع تیزی اور کامیابی کے ساتھ ختم ہو رہی ہے۔ زندگی کی تلخ گھڑیاں کچھ تو امن سے گذریں گی۔ اور گرانی کی وبا سے ملک کو نجات ہو گی۔ واللہ اعلم ◆

ہمارے تعلیمی مراکز

اسلام کے مذہبی اور ثقافتی قلب یعنی مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولتیہ تقریباً ۱، سال سے مسلمانوں کی قومی اور علمی خدمات انجام دے رہا ہے یہ دارالعلوم زیادہ تر ہندوستان کے درد مند اور مخیر احباب کرم کی فیض گستری پر قائم ہے۔ اور جزیرۃ العرب میں سب سے بڑی دینی درسگاہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کا ایک دفتر قرول باغ دہلی میں قائم ہے۔ جسکا کام یہ ہے کہ مسلمانان ہند سے اس تعلیمی مرکز کیلئے چندہ فراہم کرکے مکہ مکرمہ کو ارسال کرے۔ اس دفتر کی جانب سے باقاعدہ روئیداد "ندائے حرم" کے نام سے ہر ماہ شائع ہوا کرتی تھی۔ لیکن آج کل جب "قانونی احکام سخت ہیں۔ اور کاغذ گراں" یہ روئیداد شائع نہیں ہو رہی۔ البتہ مخیر اصحاب کی خدمت میں ایک مختصر اپیل حال ہی میں کارڈ پر شائع کی گئی ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ سال حال کے بجٹ میں تین ہزار روپے سے زائد کی کمی ہے۔ ایسے نازک وقت میں اس کمی کو پورا کرنا ہر دردمند مسلمان کا فرض ہے۔ تاکہ ولادت گاہ سید المرسلین کا یہ مرکز علم و عرفان اپنی شعاعوں سے طالبان حق کے قلوب کو منور کرتا رہے

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ارباب حل و عقد مسلمانوں کے اس ادارہ کو ہر حیثیت سے مکمل بنانیکے خواہشمند ہیں۔ عام تعلیم کے علاوہ سائنس کالج ملٹری کالج اور ٹیکنیکل کالج کی تعلیمات کا افتتاح پہلے ہو چکا ہے۔ ایک عرصہ سے یونانی طبی کالج بھی طلبائے طب کو مستفید کر رہا ہے۔ تاہم ابھی ایک میڈیکل کالج مذکورہ بالا اداروں کے علاوہ مزید قائم کرنے کی تجویز زیر غور ہے جس کے متعلق ایک مختصر پمفلٹ اپیل کی صورت میں وائس چانسلر کی جانب سے ہمیں موصول ہوا ہے۔ یوپی میں گورنمنٹ کے دو میڈیکل کالج لکھنؤ اور آگرہ میں قائم ہیں۔ لیکن ان ہر دو کالجوں میں مسلمان طلباء کی جانب سے جو بے نیازی برتی جاتی ہے۔ اسکا تقاضا یہی ہے کہ ہمارا میڈیکل کالج علیحدہ ہو تاکہ طلباء کو لکھنؤ و آگرہ سے جو بعد حسرت و یاس واپس ہونا پڑتا ہے ان کی تعلیم کا ان کے طبعی رجحان کے مطابق صحیح بندوبست ہو سکے۔ ہر صاحب خیر اور صاحب استطاعت مسلمان اس تجویز کا دلی جوش کے ساتھ خیر مقدم کرے گا۔ مذکورہ بالا اپیل کے آخر میں وائس چانسلر صاحب نے تحریر کیا ہے کہ عطیات خواہ بڑے ہوں خواہ چھوٹے کمال شکرگزاری کے ساتھ قبول کئے جائینگے۔ لہٰذا ہم امید کرتے ہیں کہ اس کار خیر میں اعانت کرتے وقت کسی شخص کو یہ محسوس نہ ہوگا کہ وہ ایک حقیر

اذکار و افکار

لندن کے شہری کمشنر کا بیان ہے کہ لندن کی آبادی پانچ سال سے بمباری کی کلفتوں کا شکار ہو رہی ہے۔ اڑن بموں کے حملوں نے ہمیں بہت بڑی آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

اڑن بموں کی تباہ خیز آتش باری سے متعلق اخبارات میں جو اطلاعات شائع ہوئیں۔ ان سے لندنی عام و خاص کے خوف وہراس کا اندازہ کرنا کچھ دشوار نہیں۔ انتہائی افراتفری کا عالم ہوگا لیکن کیا عجیب بات ہے کہ اس زہرہ گداز ماحول میں وہاں ایک فرد بشر بھی بھوک کی موت نہیں مرا۔ سرہنری فرینچ سیکرٹری وزارت برطانیہ کا بیان ہے کہ اس کس مپرسانہ حالت میں بھی وہاں عوام کو ایسی اچھی خوراک دی جا رہی ہے کہ ان کی صحت نسبتاً اچھی ہے" تصویر کا دوسرا رُخ دیکھنے کیلئے یوں خیال فرمایئے۔ کہ :۔

برما کی سرحد پر لڑائی کے کچھ آثار نمودار ہوتے ہیں۔ جاپانی ہراول دستوں کی بادیہ پیمائی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوتے۔ کہ ہندوستان کا ایک پورے کا پورا صوبہ بنگال قحط کی وبا میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ لوگ بازاروں اور سڑکوں پر چیختے، بلبلاتے روٹی روٹی پکارتے دم توڑتے رہے۔ مائیں بچوں کو نہ سنبھال سکیں، عزیز عزیز سے منہ موڑ گئے۔ اور جان دینے والے تڑپ تڑپ کر ٹھنڈے ہو جاتے رہے۔ بنگال کی اس بربادی کی مثال دنیا پیش نہیں کر سکتی

کم و بیش پانچ سال کی طویل مدت توپ و تفنگ اور مختلف النوع آتش خیزیوں سے متاثرہ علاقہ میں تو ایک شخص بھی بھوکوں نہیں مرتا بلکہ ان کی صحت نسبتاً اچھی ہو جاتی ہے۔ لیکن صوبۂ بنگال ہفتہ عشرہ میں مردہ خانہ بن جاتا ہے۔ کیا اس لئے کہ مشرق مشرق ہے اور مغرب مغرب؟

ہندوستان کے لوگوں کو تن و توش اور ضروریات زندگی کی احتیاج پر کہا جاتا ہے۔ کہ ایام جنگ میں ان تکلیفوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہئے۔ لیکن انگلستان میں کہا جاتا ہے کہ جنگ کی پروا نہ کرو۔ کھانے پینے کی ہر چیز تمہارے گھر پہنچا دی جائے گی۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

کیا سر ہنری فرینچ کے غور و فکر پر کچھ توجہ دی جا سکتی ہے؟

کانگرس اور مسلم لیگ دو متضاد مقاصد کی جماعتوں اور ان کے لیڈروں میں روابط یگانگی کی تجدید ہونیوالی ہے۔ گویا آگ اور پانی بیک جا جمع ہونے والے ہیں۔ دھوپ اور سایہ۔ دن اور رات میں تفریق اٹھنے والی ہے۔ ہندو مسلم اتحاد "خیال است و محال است و جنوں" سے کم نہ تھا۔ اچاریہ فارمولا کا سحر ہے۔ کہ اجماع ضدین ہو رہا ہے۔ اور ناممکن ممکن بننے والا ہے۔ اگر یہ تجویز پروان چڑھ گئی۔ مہا سبھائیوں کا جادو نہ چل گیا تو مشرق کو مغرب سے ملا دینے کا شرف اچاریہ فارمولا کو حاصل ہوگا۔ ہفتہ عشرہ میں گاندھی و جناح ملاقی ہوں گے۔ غلامستان ہند کے مستقبل پر غور کریں گے۔ وطن عزیز کی قسمت کا زائچہ لیں گے۔ بڑا مزا اس ملاپ میں ہے کہ صلح ہو جائے جنگ ہو کر" کے ترانے گائے جائیں گے

لارڈ ویول اگرچہ نوشتۂ تقدیر کا اعلان کر چکے ہیں۔ قرعۂ فال نکل چکا ہے۔ کہ تا اختتام جنگ بلکہ کچھ عرصہ بعد از جنگ بھی ہندوستان کو شاہد مقصود کا منہ دیکھنے کیلئے مہورت کا انتظار کرنا ہوگا۔ سردست ہندوستان کو اس کے مطالبہ کا کوئی ایک جزو بھی نہیں دیا جا سکتا۔ تاہم دو لیڈروں کی ملاقات بین الاقوامی اتحاد کا پیش خیمہ ضرور ہے۔ وہ کسی نہ کسی زمانہ میں ملنے والی خیالی سلطنت

کے نظام ملک داری کی تدوین اور دستور جہانبانی کے آئین کی شکست وریخت ہیں زندگی کے لمحے گذارنے کے قابل ہوسکیں گے

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

راشن کی نعمت غیر مترقبہ کے بعد دو اور نعمتیں ہندوستان کو میسر آنے والی ہیں اور خوبئ قسمت سے دونو ولائتی ہیں۔ سنائی بات نہیں ۔ اخباری اطلاع ہے کہ :۔

سلطنت برطانیہ کے مختلف حصوں سے دس ہزار خرگوش ہندوستان بھیجے جا رہے ہیں ۔ ان میں سے اکثر وبیشتر آسٹریلوی ہوں گے ۔ اور باقی برطانوی ۔

خرگوشوں کی افزائش نسل کے لئے ہندوستان کے طول و عرض میں مراکز کھول دئیے جائیں گے ۔

نر اور مادہ خرگوشوں کی پہلی قسط بذریعہ ہوائی جہاز روانہ ہوچکی ہے ۔

۲۔ خیال کیا جاتا ہے کہ جنگ کے بعد اڑھائی کروڑ پناہ گزینوں کیلئے جن میں ۲۰ ہزار یہودی بھی شامل ہیں ۔ وطن کی ضرورت ہوگی ۔ لندن کے یہودی لیڈروں کا خیال ہے کہ ان یہودیوں کا کچھ حصہ ہندوستان بھیجدیا جائے ۔

خیال نہایت نیک اور مبارک ہے ۔ کون حق ناشناس اس دوراندیشی کی داد نہ دیگا ۔ ہندوستان کی کثیر الاقوامی معجون کا خمیر اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا ۔ جب تک کم و بیش ۲۰ ہزار یہودیوں کا مسودہ اس میں شامل نہ کرایا جائے ۔ ہندوستانی اقوام کے اعداد وشمار میں معتدبہ اضافہ ہوگا ۔ حقوق ومطالبات کے قضیئے روبترقی ہوں گے ۔ "رفاقت کمیٹیاں" ایک مستقل محکمہ کی صورت اختیار کریں گی ۔ امن و آسائش کی تلاش میں دن عید رات شب برات رہے گی ۔ رہنمایان ہند کے دلچسپ مشاغل میں کچھ اضافہ ہوگا بہرحال آزادی کا نعم البدل شان خصوصی کے ساتھ بتدریج نازل ہو رہا ہے ۔ ہم محترم لیڈران ہند سے گذارش کرینگے ۔ کہ جب اقساط آزادی تمام کمال نازل ہوچکیں ۔ اور اقوام ہند میں حقوق کی تقسیم اور سنفانوں کی تعمیر کا وقت آئے تو "یہودستان" اور "خرگوشستان" کیلئے بھی گنجائش رکھی جائے ۔ لیلائے آزادی کے جمال جہاں آرا کی نقاب کشائی کے وقت علامہ خاکسار کو ضرور شریک کر لیا جائے ۔ ورنہ تکمیل ناتمام رہے گی ۔ حضرت علامہ منلاشیان لیڈری میں اکثر سے سینئر ہیں ۔ اور خدمات جلیلہ کے لحاظ سے آپ کا حق فائق ہے ۔ اب بھی آپ خواہ مخواہ کی حیثیت سے خاکساروں کی ایک جمعیت کے ساتھ بمبئی تشریف لے گئے ہیں تاکہ گاندھی وجناح کی ملاقات کی تقریب پر چیپ وراست کرتے ہوئے لیڈری کے پھٹے میں ٹانگ اڑا سکیں ۔

بمبئی کے پولیس کمشنر بھی عجیب ذہنیت کے انسان ہیں اور اسقدر حق ناشناس واقع ہوئے ہیں ۔ کہ آپنے علامہ کے رضاکاروں کو مسٹر جناح کے بنگلہ کے گرد مظاہرہ کرنے سے حکماً روک دیا ہے ۔ حالانکہ اس قسم کے مظاہروں میں ملی، قومی، اور وطنی نجات کا رازمستور ہے ۔ اور حضرت علامہ کے نزدیک دخل درمعقول میں ہی وہ فضیلت ہے ۔ جسے عام لوگ نہیں سمجھ سکتے ۔

خیال اپنا اپنا سمجھ اپنی اپنی !

محققین حکومت بھی بال کی کھال کھینچنے میں کمال کرتے ہیں حکومت ہند کے محکمہ ہائے خوراک نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس میں بتلایا گیا ہے کہ دس لاکھ ٹن اناج ہرسال چوہے کھا جاتے ہیں دو ٹن سالانہ اناج ایک چوہا کھا جاتا ہے ۔ کیا دلچسپ سوال ہے ۔ سانپ کے سر سے کوڑی لانے سے کم نہیں ۔ منکرین نے دانہ دانہ پہ مہر لگا دی ۔ لیکن چوہا برادری کی یہ یلغار قابل برداشت نہیں ۔ اس لئے متعلقہ افسران غیر معمولی تشویش میں مبتلا ہیں اور یہ فکر زیادہ تر اس لئے دامنگیر ہے ۔ کہ فوڈ گرین کمیٹیاں

سال بھر میں جسقدر اناج بچا سکتی ہیں۔ تقریباً اسی قدر چوہے چٹ کر جاتے ہیں۔ اگر انسدادی تدابیر عمل میں نہ لائی گئیں تو ہندوستان میں قحط پڑ جائے گا۔ رپورٹ میں اگر اس بات کی صراحت کر دی جاتی کہ چوہے وطنی ہیں یا غیر وطنی، شرقی ہیں غربی سیاسی ہیں یا غیر سیاسی اور پُرانے ہیں یا نئے تو انسدادی تدابیر وضع کرنے میں سہولت ہوتی۔ بہرکیف دس لاکھ ٹن اناج سالانہ کا ضیاع نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ راشن کے زمانہ کی ہی برکتیں ہیں کہ ہمیں یہ معلوم ہو سکا کہ دس لاکھ ٹن اناج کی بہت بڑی مقدار سال بھر میں چوہے کھا جاتے ہیں۔ ورنہ خدائے قادر و توانا تو ہر شے بالخصوص رزق بے حساب پیدا کرتا ہے اور بے حساب کھانے کو دیتا ہے۔ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب۔ کبھی پتہ ہی نہیں ہوا تھا کہ سسری، ڈھورا، کھپرا وغیرہ قسم کے حشرات الارض کی دست بُرد سے ہماری کتنی حق تلفی ہو جاتی ہے۔ اور نہ کبھی ایسی ضرورت ہی محسوس ہوئی تھی ــــ ہیں

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

(از قاضی محمد مقبول صاحب مقبول صابر صدیقی بی۔ اے۔ رئیس وزیر)

پیامِ حق زمانے کو سنایا ہے محمدؐ نے — جہاں کو خوابِ غفلت سے جگایا ہے محمدؐ نے

اُنہیں کے دم قدم سے رونقِ کونین ہے ساری — ہر ارض و سما کو جگمگایا ہے محمدؐ نے

گرانمایہ وہ پیغمبر ہے احکامِ الٰہی کا — خدا سے اپنے پیرو کو ملایا ہے محمدؐ نے

وہی ہے باعثِ تخلیقِ کُل لولاک کا مالک — یہ بزمِ دہر کا نقشہ جمایا ہے محمدؐ نے

ضیائے نورِ ایماں سے جلا دیکر ہر اک دل کو — دلوں سے نقشِ ظلمت کو مٹایا ہے محمدؐ نے

بشیرِ رحمتِ باری نذیرِ قہرِ ربانی — بدوں کو نیک دنیا میں بنایا ہے محمدؐ نے

جہاں عاصیٔ اُمت نے پکارا اُن کو مشکل میں — وہیں مشکل کشا بنکر دکھایا ہے محمدؐ نے

میں خوفِ جرمِ عصیاں سے تھا غرقِ بحرِ نومیدی — مجھے لا تقنطوا کہہ کر بچایا ہے محمدؐ نے

بہ پیشِ داورِ محشر کوئی بارِ شفاعت کو — اُٹھا سکتا نہ تھا لیکن اُٹھایا ہے محمدؐ نے

دکھا کر معجزے مقبول کو شانِ کریمی کے
ثنا خواں اپنی عظمت کا بنایا ہے محمدؐ نے

تذکرۂ برادری

تصویر کا دوسرا رُخ

جن مراسلات کو ناقابلِ اشاعت قرار دیکر نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ مراسلہ نگار حضرات کے پیہم اصرار و تقاضہ سے آج ان کے اقتباسات مناسب اصلاح و ترمیم کے ساتھ شائع کئے جاتے ہیں یہ ان لوگوں کے کارہائے نمایاں اور جگر خراش وقائع کا ماتم ہے جنہیں نہ قوم کے نیک و بد سے سروکار ہے اور نہ کسی اصلاحی مسئلہ سے دلچسپی۔ یا تو سرمایہ داری کے نشہ میں سرشار نفس پرستی میں مستغرق ہیں اور یا ہمچو قسم لہو و لعب میں خود فراموشی کی حدود پھاند کر ذلت و رسوائی کے ساحل پر بے حجابانہ کھڑے ہیں۔ اور کسی انگشت نمائی کی فکر نہیں۔ ان میں کچھ ایسے بھی ہیں۔ جو نہ تو سرمایہ داروں کی صف میں کھڑے ہونے کے قابل ہیں اور نہ انہیں کسی قسم کی امتیازی حیثیت نصیب ہوئی ہے۔ ہمچو ما دیگرے نیست کی غلاظت سے دماغ اٹے ہوئے ہیں۔ جس کی عفونت قوم و کنبہ یا سد اغیار اور یگانے و بیگانے کیلئے ایک مصیبت بنکر رہ گئی ہے۔

بطلان و طغیان کا زمانہ ہے۔ لہٰذا جہل و ظلمت کو روشنی اور تمرد و سرکشی کو آزادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس نئی روشنی کے بعض آزادی زدہ حیوان صفت انسانوں نے عقل و تمیز، تہذیب و شرافت اور شرم و اخلاق کا بالکل دیوالہ دیدیا ہے۔ خودسری کا بھوت سر پر سوار ہے۔ آنکھوں میں گستاخی کی پتلیاں ناچتی ہیں گویا ساری کائنات ان کے ہاتھ کا ایک کھلونا ہے۔ وہ جس طرح چاہتے ہیں۔ اس سے کھیلتے ہیں +

مراسلات کے مطالعہ سے ایسے ایسے زہرہ گداز حالات کا انکشاف ہوتا ہے۔ کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کے ان لوگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ جو

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے
سلجھتے نہ تھے جو جھگڑ بیٹھتے تھے

قارئین کرام سینہ پر پتھر رکھ کر قومی ترقی کا آج معکوس رخ ملاحظہ فرمائیں۔ اور قوم کے ان بدنام کنندہ نکو نامے چند نفوس کی بدکرداریوں پر خون کے آنسو بہائیں۔

ایک مکتوب کا ماحصل یہ ہے۔ کہ ایک تنگ ظرف انسان کی کوتاہ بینی کے نتیجہ میں پچھلے دنوں ایک معزز خاندان تباہی کے بحر مواج کی خونی موجوں کی نذر ہو گیا۔ اس واقعہ کی اجمالی کیفیت جسے ہم نے دانستہ ان صفحات میں جگہ دینے سے احتراز روا رکھا تھا۔ یوں ہے۔ کہ مشترکہ وراثت کی تقسیم پر اعزہ و اقارب میں کچھ شکر رنجی ہوئی۔ شوخیٔ طبع بلا بن [illegible] میں میں تک نوبت آئی۔ تو دور اندیش حضرات نے جملہ حصہ داران کی رضا مندی سے طریقۂ تقسیم تجویز کر کے اراضی اور دیگر جائداد کے مناسب ٹکڑے کر کے معاملہ سلجھا دیا۔ فیصلہ پر دستخط ہو کر خوشی خوشی تصفیہ ختم ہو گیا۔ کہ شو مئے طالع سے خاندان کے چشم و چراغ ایک صاحبزادہ بلند اقبال جو بدقسمتی سے سرکاری دفتر کے اہلکار ہونے کی وجہ سے بزعم خود والد محترم اور بزرگان خاندان سے کچھ زیادہ عقلمند تھے۔ قانون اپنی زبان، عدالتیں زیر نگیں اور راثر و رسوخ میں اپنے آپ کو عدیم المثال شخصیت خیال کرتے تھے۔ چند روزہ رخصت پر مراجعت فرما ہوئے دخل در معقول نہ کرتے تو صاحبزادہ کی کسرِ شان ہو جاتی۔ لہٰذا تمرد و سرکشی کا بخار ہو گیا۔ خون کھولنے لگا شرکائے جائداد یعنی بزرگان کنبہ کی ایک مجلس بلائی گئی۔ اور برخوردارانہ گفتگو کی بجائے تحکمانہ لہجہ اختیار کر لیا گیا۔ آپے سے باہر ہو گئے۔

محرم نکم عقل و بے وقوت قرار دے کر والد کے بھائیوں کی پگڑیاں اچھالنی شروع کر دیں۔ زبان درازی سے جُوت پیزار تک نوبت آئی مقدمات چلے۔ بلند و پست مقامات پر جوتیاں چٹخانی پڑیں گھر بھر کے اندوختہ کو دیاسلائی دکھانے پر مجبور ہوئے۔ عزت و وقار خاندانی کے بخئے اُڑ گئے۔ پانچ چھ سال در در کی خاک چھاننے کے بعد جب آنکھ کھلی تو وہی کدہ اور وہی ساقی۔ وہی راہبر اور وہی منزل۔ یعنی وہی طریقہ تقسیم اور وہی فیصلہ جو برادری نے باہمی رضا مندی سے طے کر دیا تھا۔ بکال رہا اب برخوردار طرۃ باز خاں اپنی حماقت کا خمیازہ بھگت رہے ہیں یعنی مقدمہ کے دوران میں ملازمت جاتی رہی۔ وہ نشہ جو اس شوریدہ سری کی بنیاد تھا کافور ہو گیا۔ طبیعت اعتدال پر ہے۔ مد و جزر کی قطعاً گنجائش نہیں۔ رئیس زادے ایک معمولی زمیندار بن کے رہ گئے ہیں۔ اور " اے تیزی طبع تو برمن بلا شدی" کی واضح تفسیر بنے بیٹھے ہیں۔

خیر یہ تو تھا زمینداری اور سرمایہ داری کی ملی جلی شان کا ایک کرشمہ۔ اب ان لوگوں کی داستان سنئے۔ جو مقابلتہً بالکل فاقہ مست مفلس اور قلاش ہیں اور صعلوک الحال لوگوں کی صف اول میں کھڑے کئے جا سکتے ہیں۔ ان میں بھی ایک شخص کو سرکاری دفتر کا اہلکار ہونے کی بیماری ہے۔ سو بیمنی کی وجہ سے سو سوا سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہضم نہیں ہوتی۔ "پدرم سلطان بود" کا دورہ بھی پڑتا ہے۔ وہ ہر خورد و بزرگ اور یگانے و بیگانے کو اپنا ادنےٰ ماتحت دیکھنا چاہتا ہے۔ بے شک وشبہ کی صورت میں رقیبا ہونے کا خوگر ہے۔ طبیعت کے خلاف کسی ... کی حرکت بھی گوارا نہیں۔ عالم میں آئیں تو محلہ کے پہلوانوں تک کے پاخانے خطا ہو جاتے ہیں۔ آپ ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے کہ

باپ سے بیٹے جدا ہونے لگے * بندۂ عاجز خدا ہونے لگے
پوت سب فرعون بے سلماں ہوئے * بی بیوں کے تابع فرماں ہوئے
باپ کی گستاخیاں کرنے لگے
دم بدم بی بی کا دم بھرنے لگے

کنبہ میں ایک انقلاب ہے۔ بڑے بڑے حاجی و ناجی اور داڑھی بردار حاملان شریعت مرعوب ہیں اور دم تک نہیں ہلا سکتے۔ یہ ایک طریق ہے۔ جس سے آپ کی ہوس جاہ پسندی پوری ہو رہی ہے۔ گھر کے چھوٹے بڑے سلامی اتارتے ہیں۔ لبیک لبیک کی صدائیں بلند ہوتی ہیں اور طرۂ جہالت اور بلند ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ اپنے پرائے اور دینی و دنیوی امور میں حاکمانہ انداز سے ٹانگ اڑا دینا شان خصوصی قرار دے لیتے ہیں۔

بغرض محال تفوق و برتری اور جاہ طلبی کا جنون کسی کو ستا ہی رہا ہو۔ تو نخوت و رعونت کا نسخہ تو اس بیماری کا علاج نہیں۔ مگر جہاں قحط الرجال ہو اور حمیت و غیرت کا فقدان بھی، بزرگوں پر اخلاقی موت طاری ہو چکی ہو۔ ایسے لوگوں کی رسی دراز ہو جایا کرتی ہے اور ان کا مزاج اس وقت تک اعتدال پر نہیں آتا۔ جب تک ید قدرت اس رسی کو کھینچ کر فرعونِ مزاجی کا گلا نہ کاٹ دے۔ ہزاروں سرکش اٹھے۔ اُبھرے اور پھر ایسے مٹے کہ دنیا پر ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا خدا ہدایت دے۔

تیسرے مکتوب کا خلاصہ ملاحظہ کیجئے۔ یہ ان عاقبت نااندیش لوگوں کا ذکر ہے۔ جو طبیعت کے مد و جزر پر قطعاً قابو نہیں پا سکتے۔ زر و دولت کی کثرت نے انہیں اتنا بزدل اور ناکارہ کر دیا ہے کہ مفید عملی زندگی میں قدم رکھنے سے ڈرتے ہیں۔ جائز و ناجائز میں تمیز نہیں کر سکتے۔ بازاری لوگوں سے عشق جیسی غلطی کر لیتے ہیں۔ لیکن قوم و ملت کے اصلاحی کاموں میں کچھ دینا، محتاجوں غریبوں اور غیر مستطیع لوگوں کی حاجت براری پر صرف کرنا ممکن نہیں۔ اخبار بین حضرات نے گذشتہ دنوں اس رئیس کی نفس پرستیوں کا حشر ملاحظہ کیا ہوگا۔ جس نے عشق و محبت میں

اندھے ہوکر ایک حسینہ سے شادی کی اور جب بہیمیت کی آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ تو اس محبوبہ پر دل ہلا دینے والے عذاب نازل کردیئے۔ وہ عورت مرگئی جس کی پاداش میں سیشن جج کی عدالت سے اُسے آخری اور قطعی سزا دے دی گئی۔

ہم تکرار ذکر مناسب نہیں سمجھتے۔ اخبار بین حضرات جانتے ہیں لہٰذا ہم یہ بھی بتانا نہیں چاہتے کہ یہ صاحب کون اور کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بہرحال ان کی دولت ان کی لاابالیاں نفرت انگیز نتائج مترتب کرنے کا موجب ہوئیں۔

(۴) مکرمی صوفی عبدالرحمٰن صاحب گنگوہی کے طویل مراسلہ کی کتابت ضروری اختصار کے بعد ہوچکی تھی۔ کہ ایک مصلحت اشاعت میں سد راہ ہوئی۔ بعض طبائع نے قبل از اشاعت صرف کاپی دیکھ کر غلط فہمی کی بنا پر اُسے اپنی طرف منسوب کرلیا جس سے بلا وجہ تردد پیدا ہوا۔ چونکہ مقصود اصلاح ہے کسی کی دل آزاری نہیں اور نہ اشارۃً و کنایۃً کسی پر کوئی حملہ مطلوب ہے۔ اسلئے ہم نے اسے ان کالموں سے بالکل محو کردیا ہے۔ امید ہے کہ محترم صوفی صاحب ہمیں معذور خیال فرمائیں گے۔ اور آئندہ ایسا مراسلہ جو کسی کے خانگی امور پر تنقید و تبصرہ کا حامل ہو ارسال کرنے سے احتراز روا رکھیں گے ہمیں صرف ایسے مضامین کی اشاعت مطلوب ہے جو من حیث المجموع قوم کی اصلاح کا موجب ہوسکیں، نہ دیا چند افراد کی روباہ بازیوں سے ہمیں سروکار نہ ہونا چاہئے اور کسی کے اعمال پر حرف گیری سے ہم ان قیمتی صفحات کو ملوث کرنا قرین تدبر نہیں سمجھتے۔

قومی جلسے

شاہ پور، فیروز پور (میوات) پانی پت، فیض آباد کی قومی انجمنوں کے جلسوں کی کارروائیاں پچھلی اشاعت میں بھی شائع نہ ہوسکیں۔ اور نہ اس اشاعت میں گنجائش ہے حجم کی کمی سد راہ ہے۔ ان کارروائیوں میں کوئی خاص بات ایسی بھی نہیں جس کی اشاعت ضروری ہو۔ معمولی جلسوں کی عمومی کارروائیاں اس امر کی مظہر ہیں کہ جماعتیں اپنے حلقہ کے اندر اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف ہیں اس ہمت کے لئے ہم انجمنوں کے کارپردازان کو قابل تبریک سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اپنی ذاتی مصروفیات سے قیمتی وقت قومی خدمات پر صرف کرنا اپنا ایک فرض سمجھتے ہیں۔ خدائے تبارک و تعالےٰ توفیق عطا کرے اور جزائے خیر دے۔ آمین!

سیکرٹری صاحب انجمن "خدام القریش" احمد آباد کی مجوزہ تجارتی و صنعتی فرم سے متعلق گذشتہ مارچ کے القریش میں ذکر آچکا ہے۔ اب آپ نے اس سکیم کے متعلق ایک طویل سکیم بغرض اشاعت ارسال کی ہے۔ جسکا بالاختصار مطلب یہ ہے کہ وسیع تجارتی کاروبار شروع کیا جائیگا دیسی سامان زندگی کی خرید و فروخت اور درآمد برآمد پر سرمایہ لگایا جائے گا۔ نوجوانوں کو صنعت و حرفت اور معمولی دستکاریوں کی تعلیم دی جائے گی۔ اس سکیم میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ سکیم کو چلانے کیلئے رقم کس قدر تعین کی گئی ہے اور اس میں سے کس قدر جمع ہوچکی ہے۔ کہاں اور کن ماہرین کے زیر نگرانی کام ہوگا۔ ہمارے خیال میں جب تک ان امور کی صراحت نہ ہو سکیم نامکمل رہے گی۔ اور نہ اسکی اشاعت کا کوئی فائدہ ہوگا۔ سیکرٹری صاحب اور دیگر کارپردازان کو سکیم کے جملہ پہلوؤں پر غور کرکے اسے مکمل کرنا چاہئے۔ اور اسکے بعد اشاعت کی فکر ہونی چاہئے۔

تذکرۃ المشاہیر

اٹھارہویں (۱۸) صدی کے اوائل کا ایک تاریخی مبحث

کیا نپولین مسلمان ہوگیا تھا؟

نپولین کا حملہ مصر اس کی فاتحانہ اولوالعزمیوں کا ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ اس کی زندگی کے تمام مورخوں نے یہ واقعہ بڑی شرح وتفصیل سے لکھا ہے۔ یکم جولائی ۱۷۹۸ء کو فرانسیسی فوج نے سرزمین مصر پر قدم رکھا تھا اور ۱۸۰۱ء میں واپسی پر مجبور ہوئی تھیں

لیکن اس حملہ کی داستان کا ایک واقعہ ایسا ہے جس میں نہ تو تمام مورخ متفق ہو سکے۔ نہ کوئی ایک رائے مضبوطی کے ساتھ ظاہر کی جا سکی۔ بعض نے اسے اس درجہ غیر متوقع تصور کیا کہ یک قلم نظر انداز کر دیا۔ بعض نے اس قدر اہمیت دی کہ خاص خاص عنوان اور ابواب اس کے لئے ترتیب دئے نپولین کے عہد میں اور اس کے کچھ عرصہ بعد تک اس کی مخالفت اور موافقت کے جذبات نہایت شدید تھے۔ اس لئے یہ واقعہ مخالفوں کیلئے بہت زیادہ اہم مگر موافقوں کے لئے نظر انداز کر دینے کے قابل تھا۔

یہ نپولین کے مسلمان ہونے یا اپنے تئیں مسلمان ظاہر کرنے کا واقعہ ہے۔

تمام تاریخیں متفق ہیں کہ نپولین نے مصر پہنچنے سے پہلے ہی ایسے اعلانات تیار کر لئے تھے۔ جن میں باشندگان مصر کو مخاطب کیا گیا تھا۔ اور مملوکوں کے خلاف (جو وہاں عملاً حکمرانی کر رہے تھے۔ اگرچہ حکماً سیادت دولت عثمانیہ کو حاصل تھی) ابھارا تھا۔ ان اعلانات میں نپولین نے یہ بھی لکھا تھا "میں اسلام اور قرآن کا مخالف نہیں ہوں۔ بلکہ سچا حامی ہوں۔ میں چاہتا ہوں اصلی اسلام تازہ ہو جائے اس کی عظمت وشوکت برقرار رہے۔ اور اس کے دشمن ناکام ونامراد ہوں" اس میں بھی سب کا اتفاق ہے کہ اس نے مصر جاتے ہوئے رستہ میں اسلام اور قرآن کے متعلق غیر معمولی واقفیت حاصل کر لی تھی۔ وہ مصر کے علما ومشائخ کو اپنی واقفیت سے متعجب کرنے کی کوشش کرتا۔ اور انہیں بار بار یقین دلاتا کہ اسلام کی بہت بڑی عزت اس کے دل میں ہے۔ اس سے بھی کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ اور خود اس نے بھی اپنے سینٹ ہلینا کے خود نوشتہ تذکرہ میں اعتراف کیا ہے۔ کہ اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر اس نے مصر کے مشائخ سے طول طویل گفتگو کی تھی۔ اور وہ کم سے کم شرطیں معلوم کر لی تھیں جو مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ یہ واقعہ بھی مسلم ہے کہ اس کے بعض فوجی افسر مسلمان ہو گئے تھے۔ اور مسلمان خاندانوں میں رشتہ داریاں کر لی تھیں چنانچہ ژاک مینیو جو کلیبر کے قتل کے بعد مصر کا فوجی حاکم منتخب ہوا تھا۔ علانیہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اور عبد اللہ جاک کے نام سے مشہور تھا۔ اس نے ایک مسلمان عورت سے نکاح بھی کر لیا تھا۔

لیکن ان تمام متعلقہ امور کے ساتھ جس بات میں اختلاف ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ نپولین نے اپنے آپ کو اسلام کا پیرو بھی ظاہر کیا تھا یا نہیں؟

اس کے مخالفین کہتے ہیں۔ وہ مسلمان ہوگیا تھا۔ یا کم از کم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا تھا۔ انہوں نے نپولین کے جرائم کی فہرست میں یہ واقعہ بھی شامل کیا ہے۔ اور اس سے اس کی طبعی منافقت بے دینی اور ابن الوقتی پر استدلال کیا ہے۔

نپولین نے جب شام پر حملہ کیا۔ تو سر سڈنی سمتھ نے جو انگریزی بحری بیڑے کا امیر البحر تھا۔ شام کے عیسائیوں کے نام ایک اعلان بھیجا تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ وہ انگریز امیر البحر پر جو ایک سچا مسیحی بہادر ہے پوری طرح بھروسہ کریں اور نپولین کی کچھ پروا نہ کریں جو پہلے ایک بے اصول مرتد تھا اور اب مصر کے شیخوں کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا ہے "

نپولین کے مشہور بحری حریف لارڈ نیلسن نے اپنی مشہور اور تاریخی آشنا لیڈی ہملٹن کو لکھا تھا:۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ وہ (نپولین) مصر میں دین محمدی کا غازی بن گیا ہے۔ اور اس کی خبریں ہندوستان کے تباہ شدہ نوابوں (نوابوں) تک پہنچ گئی ہیں۔ مجھے یقین ہے۔ اگر اسے آسٹریلیا کے باشندوں کو خوش کرنے کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا تامل اپنے فوجی افسروں کے ساتھ اس درخت کے تنا کی پوجا شروع کر دیتا۔ جس پر وہ مُردوں کی کھوپڑیاں رکھا کرتے ہیں۔

انقلاب فرانس کا مشہور ابن الوقت ٹیلی اند (Talleyrand) نپولین کے تذکرہ میں لکھتا ہے

"اس نے کبھی اس بات پر ندامت نہیں ظاہر کی۔ کہ وہ مصر کے اماموں اور شیخوں کے سامنے مملوکوں کی پگڑی اور جبہ پہن کر گیا تھا۔ اور کہا تھا۔ میں دین محمدی زندہ کرنے اور اس کے لئے مقدس جنگ کرنے آیا ہوں "

نپولین کا مشہور انگریز سوانح نویس ایلی سن لکھتا ہے

یہ اس زمانہ ساز اور ابن الوقت طبیعت کا سب سے زیادہ مکمل منظہر تھا۔ اگر نیلسن نے ابو قیر کا بیڑا تباہ نہ کر دیا ہوتا۔ اور قسمت اس سے موافق ہوتی تو یقیناً وہ ہندوستان کے ساحل پر قرآن حمائل لئے ہوئے اترتا اور حیدر علی (سلطان میسور) سے کہتا میں دین محمدی کے دشمنوں کو ہندوستان سے نکالنے کے لئے آ گیا ہوں" اس کے بعد اگر وہ دیکھتا کہ ہندوستان کے کروڑوں بت پرستوں کو رام کرنے کے لئے اور انگریزوں کے برخلاف ابھارنے کیلئے اس کی ضرورت ہے کہ اپنے آپ کو مقدس دیوتاؤں کا پرستار ظاہر کرے تو اس میں بھی اسے اتنا ہی تامل ہوتا جتنا تامل مسلمان ہونے میں ہوا تھا۔"

سر والٹر سکاٹ کا قلم ان تمام انگریز اہل قلم میں جنہوں نے اس عہد میں نپولین پر قلم اٹھایا ہے۔ زیادہ مستند تسلیم کیا گیا ہے۔ وہ بھی اس واقعہ میں نپولین کی منافقانہ طبیعت کا پورا ظہور دیکھتا ہے۔ اور لکھتا ہے "مصر کے متعصب شیخ صرف ایک پر جوش نو مسلم ہی کا استقبال کر سکتے تھے۔ بونا پارٹی (بونا پارٹ کو اس کی فوج محبت سے اور انگریز حقارت سے بونا پارٹی کہتے تھے) اس کے لئے بھی بے دریغ تیار ہوگیا"

نپولین کے مورخوں میں لین سب سے زیادہ جوش مخالفت رکھتا ہے۔ اس نے اپنی تاریخ صرف اس لئے لکھی ہے۔ تاکہ وہ تمام مواد جمع کر دے۔ جو نپولین کی مخالف جماعتوں نے اس کے خلاف رائے عامہ پیدا کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔ وہ اس معاملہ میں اس کی انتہا درجہ کی شیطنت محسوس کرتا ہے۔ اور واقعہ کے ناگوار پہلوؤں کی تکمیل کے لئے اتنا حصہ اور بڑھا دیتا ہے۔ کہ اس نے بار بار

مسلمان مشائخ کو خوش کرنے کیلئے مسیحی مذہب کی ہنسی اڑائی اور عیسائیوں کو گالیاں دیں"

بوربون خاندان اور ان کے حامیوں نے نپولین کے خلاف تبلیغ و اشاعت کا ایک خاص صیغہ قائم کر دیا تھا۔ ہر مہینہ کوئی نہ کوئی رسالہ انگلستان سے چھپ کر نکلتا تھا۔ اور تمام یورپ میں تقسیم کیا جاتا۔ اس کام کیلئے تنخواہ دار اہل قلم مہیا کیے گئے تھے۔ انہی میں ایک شخص ٹیبر نامی تھا۔ اس نے ایک رسالہ میں اس موضوع پر لکھا تھا۔ کہ "کیا بونا پارٹ ترک (مسلمان) ہو گیا تھا؟" تھیرس اس رسالہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اس میں نپولین کی کئی تصویریں اس طرح کی بنائی گئی تھیں۔ نہایت خونخوار قیافہ چشم و ابرو سے قتل و خونریزی کے جذبات ٹپک رہے ہیں۔ ایک ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے اور دوسرے میں قرآن"

چند برسوں کے بعد جب نپولین نے پوپ کو پیرس بلایا۔ تاکہ اس کی تاجپوشی کی رسم ادا کرے۔ تو لنڈن کے ایک اخبار کا کارٹون بہت مشہور ہوا تھا۔ اس میں نپولین کے ایک ہی دھڑ پر دو مختلف چہرے بنائے گئے تھے۔ ایک پر پگڑی تھی دوسرا برہنہ سر تھا۔ پگڑی والے سر کے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ "میں مشرق میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ دین محمدی کو زندہ کر دوں" مگر برہنہ سر کہہ رہا تھا "میں مشرق سے واپس آ گیا۔ تاکہ نوٹرڈم کے مقدس گھنٹوں کا بلاواسنوں" پہلا جملہ نپولین کے بیان مصر سے ماخوذ تھا۔ دوسرا اس کی ایک پُرجوش تقریر سے جس میں اس نے مذہب کی ضرورت اور تاثیر پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔ میرے حافظہ میں کسی چیز کی یاد اس قدر عمیق تاثیر پیدا نہیں کرتی۔ جس قدر گرجے کے گھنٹہ کی مسلسل صدائیں" +

لیکن جب کہ مخالفین نے اس معاملہ کو اس درجہ اہمیت دی تو موافقین نے بھی اس کی اہمیت گھٹانے میں کمی نہیں کی نپولین کے اکثر ثناخواں اس بارے میں ساکت رہے ہیں بعضوں نے ذکر کیا بھی ہے۔ تو اس سے زیادہ نہیں۔ کہ اس نے اپنے اعلانات میں اپنے آپ کو اسلام کا دوست ظاہر کیا تھا۔ بعض نے انکار و تغلیط میں صراحت سے بھی کام لیا ہے۔ اور لکھ دیا ہے۔ کہ "یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے" فرشے اور کلیپر مورخانہ سنجیدگی کے ساتھ لکھتے ہیں "منجملہ ان تہمتوں کے جو شہنشاہ کے دشمنوں نے تراشی تھیں ایک تہمت یہ بھی تھی" گین تھیوم اور لیس کیس نے (اور آخرالذکر ان لوگوں میں سے ہے جو سینٹ ہلینا میں اس کے رفیق رہے تھے) اس معاملہ کا کوئی ذکر نہیں کیا ہے۔ بوریین نپولین کا سیکرٹری اور مصر و شام میں اس کے ساتھ تھا۔ وہ نپولین کے واقعات مصر بڑی تفصیل سے بیان کرتا ہے لیکن اس معاملہ کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔ خود نپولین نے سینٹ ہلینا میں اپنے سوانح حیات پر اپنے خیالات قلمبند کرائے تھے۔ جو دو جلدوں میں مرتب ہو کر شائع ہو گئے۔ اس میں وہ مصر کے واقعات کا بہ تفصیل ذکر کرتا ہے۔ اسلام کا بھی ذکر کرتا ہے۔ یہ بھی کہتا ہے کہ اگر ضرورت ہوتی تو اسلام قبول کرکے تمام اسلامی ممالک زیرنگیں کر لیتے اور ایک عظیم مشرقی مملکت کی بنیاد رکھ دینے میں مجھے تامل نہ ہوتا۔ لیکن اس کا اعتراف نہیں کرتا۔ کہ اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔

علمائے مصر و شام خصوصاً علمائے ازہر کی ایک بہت بڑی تعداد جو درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رکھتی تھی ان میں سب سے زیادہ نمایاں اشخاص جن کا نپولین اور فرانسیسی حکام سے زیادہ سابقہ رہا۔ یا انہوں نے اس عہد کے حالات قلمبند کئے حسب ذیل ہیں :-

(۱) شیخ عبداللہ الشرقادی جامع ازہر کے مشاہیر اساتذہ میں سے تھے۔ نپولین نے مصر کے شہری انتظام کیلئے جو دہ ارکان کی ایک مجلس شورے بنائی تھی۔ جو "دیوان" کے نام سے پکاری جاتی تھی۔ شیخ شرقادی کو اس کا رئیس منتخب کیا گیا تھا۔

(۲) شیخ سلیمان فیومی یہ بھی اساتذہ ازہر میں سے تھے اور مشیخت کے درجہ تک پہنچ چکے تھے۔ نپولین نے انہیں بھی دیوان کا رکن منتخب کیا تھا۔ نپولین کے جانے کے بعد جب سردار عسکر کلیبر کو سلیمان حلبی نے قتل کر ڈالا اور فرانسیسیوں نے فوجی عدالتیں تحقیقات کی تو یہ بڑے مخمصہ میں پھنس گئے۔ لیکن بالآخر نجات پائی۔

(۳) شیخ خلیل البکری مصر میں عرصے سے خاندان وفائیہ کا سجادۂ طریقت قائم ہے۔ چونکہ نسلاً حضرت ابوبکرؓ کی اولاد میں ہیں اس لئے بکری کہلاتے ہیں۔ جو شخص سجادہ نشین ہوتا ہے اسے نقیب السادات کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے جو سرکاری لقب ہے۔ نپولین کے زمانہ سجادہ نشین خلیل تھے۔ نپولین نے انہیں بھی دیوان کا رکن چنا تھا۔ ان میں اور نپولین اور دوسرے فرانسیسی افسروں میں بہت زیادہ رسم و راہ پیدا ہو گئی تھی۔ نپولین اکثر ان کے مکان پر آتا۔ یہ اس کے ہاں دعوتوں میں شریک ہوتے۔ انہی نے نپولین کو ایک چرکسی غلام بطور تحفہ کے دیا تھا۔ جسے نپولین اپنے ہمراہ فرانس لے گیا تھا یہ شاعر اور ادیب بھی تھے۔

(۴) شیخ محمد مہدی یہ اس وقت جامع ازہر کے شیخ تھے۔ اصلاً قبطی تھے۔ بچپنے میں مسلمان ہو گئے اور ازہر میں تحصیل علوم کر کے علم و فضل کا درجہ حاصل کر لیا۔ یہاں تک کہ مشیخت کے درجہ تک پہنچ گئے۔ یہ بھی نپولین کے دیوان کے رکن تھے۔

(۵) عبدالرحمٰن جبرتی۔ یہ اس عہد کا سب سے بڑا مورخ ہے "جبرت" حبش کے قریب ایک موضع کا نام ہے۔ اسکے مورث اعلیٰ وہیں سے مصر آئے تھے۔ جب نپولین مصر آیا۔ اور دیوان شوریٰ مقرر کیا۔ تو اس کے لئے ایک کاتب کی ضرورت ہوئی اس کام پر اسی کا تقرر ہوا۔ اس طرح اسے موقع مل گیا۔ کہ بہت قریب سے اس قوم کے حالات و اعمال کا مطالعہ کرے۔

(۶) سید اسماعیل خشاب۔ نپولین اپنے ساتھ عربی حروف اور مطبع بھی لے گیا تھا۔ اور اس سے ایک سرکاری اخبار بھی جاری کیا تھا۔ اس میں عدالت اور فوج کے حالات اور سرکاری اعلانات درج کئے جاتے تھے۔ یہ دنیا میں عربی زبان کا سب سے پہلا اخبار تھا۔ اس کی تحریر سید مذکور کے ذمہ تھی۔ اس طرح واقعات و حوادث کی کتابت و تدوین کا انہیں ایسا مستند موقع مل گیا۔ جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔ سنہ وفات ۱۲۳۰ھ ہے۔

اب دیکھنا چاہئے۔ کہ نپولین کے اظہار و عدم اظہار اسلام کے بارے میں ان مورخین کی شہادت کیا ہے؟ اس بارے میں سب سے زیادہ معتبر شہادت انہی لوگوں کی ہوسکتی ہے۔ ان میں سے چند مورخ تو خود ان لوگوں میں سے ہیں جن کے سامنے نپولین کے اظہارات ہوئے ہوں گے۔ شیخ مہدی شیخ الازہر اور شیخ شرقادی رئیس الدیوان اور بعض ایسے ہیں۔ جو اپنے چشم دید حالات قلمبند کر رہے ہیں۔ اور اس بارے میں کوئی خاص مورخانہ تعصب نہیں رکھتے مثلاً شیخ جبرتی اور سید اسماعیل خشاب۔

ان کی شہادت یہ ہے کہ نپولین نے نہ صرف اپنے تئیں اسلام کا دوست ظاہر کیا تھا۔ بلکہ مسلمان ہونے کا بھی دعوےٰ کیا تھا۔ وہ اسلامی لباس پہن کر علماء و مشائخ سے ملتا مسجد میں جاتا اور نماز جمعہ میں شریک ہوتا۔ چنانچہ اس نے اپنی تصویر بھی اس لباس میں اتروائی تھی۔ جو آجتک موجود ہے۔ اور جسے پروفیسر مارسل نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔

وزیر ہند پریس امرتسر میں محمد علی رونق پرنٹر پبلشر و ایڈیٹر نے چھپا کر دفتر "القریش" شریف گنج امرتسر سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۴۷۴

۴۵۶

سادات قریش کا قومی جریدہ

القریش

امرتسر

نومبر ۱۹۴۴ء

ذیقعد ۱۳۶۳ء

جلد ۳۱ ——— نمبر ۱۱

ایڈیٹر:-

محسن القوم محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے

کلامِ ربّانی کے اعجاز

(جناب ایم-اے قادری بی-اے- منشی فاضل)

جو قومیں سات پشتوں تک شریک جنگ رہتی تھیں وہ قومیں جو گنہ کو ورثۂ اسلاف کہتی تھیں
وہ جن کے فتنۂ آز و ہوس کی گرم رو ندیاں گلی کوچوں میں صحراؤں میں پیہم بہتی رہتی تھیں

وہ لائے معجزہ قرآن اکرم کا شہِ دوراں
یہ جاہل بن گئے فاضل، یہ وحشی ہو گئے انساں

نہ تہذیب و تمدّن کی ہوا ان کو لگی کوئی نہ اخلاق و شرافت کا پڑا سایہ نہ حق گوئی
شریعت کے و مذہب کے قوانین و ضوابط تھے جدھر کو منہ اٹھاتے تھے اُدھر کو تھی قدم پوئی

ملے اعجاز قرآنی تہیدستان صحرا کو
بٹھایا تختِ سلطانی پہ مسکینانِ صحرا کو

شریعت کس نے سکھلائی طریقت کس نے بتلائی معارف کس نے [illegible] کس نے سمجھائی
کہاں سے آگئے اسرار درویشی و سلطانی عرب کے وحشیوں کو کس نے بخشی شانِ دارائی

وحی کے یہ کرشمے تھے جو احمدؐ پر ہوئے نازل
جنہیں پڑھ کر غلام ان کے ہوئے سلطانِ کامل

سیاستداں نہ تھا کوئی نہ دستورِ حکومت تھا جو سردارِ قبیلہ تھا طلبگارِ عداوت تھا
قبیلوں میں بٹا تھا کل عرب پہلے رسالت سے درندوں کا یہ گلّہ تھا جو بدخواہِ جماعت تھا

اٹھو اے قادری نامِ خدا لے کر اٹھانے کو
کہ موجودہ حوادث آئے سوتوں کے جگانے کو

(✤)

شذرات

بندرگاہ مسولی پٹم اور دولتِ آصفیہ

دکن ہندوستان کی سب سے بڑی ریاست ہی نہیں بلکہ نظم ونسق، و حقوق و اختیارات کی رو سے خودمختار سلطنت کی حیثیت رکھتی ہے۔ انگریزی سلطنت کے ابتدائی ایام میں نظام الملک کی حمایت اگر شاملِ حال نہ ہوتی تو ایسٹ انڈیا کمپنی کا استعمار پرستانہ خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ احسان شناسی کا تقاضا یہ تھا کہ دولتِ آصفیہ کے حقوق و مفاد کا خاص طور پر خیال رکھا جاتا۔ لیکن اس بارے میں کبھی فرض شناسی سے کام نہیں لیا گیا۔ برار کے متعلق جو کچھ ہوا وہ ایک عبرتناک طریقے پر آشکارا ہوتی ہے۔ دکن کی وسعت و تعداد تجارت اور کاروباری ترقی کے پیشِ نظر اسے ایک بندرگاہ کی ضرورت ہے۔ جب تک بندرگاہ نہ ہو دولتِ آصفیہ کا تجارتی رشتہ دنیا سے استوار نہیں ہو سکتا۔ اور جب ہندوستان کی بعض چھوٹی چھوٹی ریاستیں بندرگاہوں کی مالک ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دکن کو اس چیز سے محروم رکھا جائے۔ دکن اگر بندرگاہ چاہتی ہے۔ تو اس کی خواہش دوستانہ رعائیت طلبی یا سائلانہ تجویز پر نہیں۔ بلکہ اس کا حق ہے جسے طلب کر رہی ہے۔ بندرگاہ مسولی پٹم پر دولتِ آصفیہ کا نہ صرف حق ہے۔ بلکہ یہ اسی کی ملکیت ہے۔ چنانچہ معاصر "ڈان" میں مسٹر پرسورام کا ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ جس میں تاریخی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ بندرگاہ حضور نظام کی ملکیت ہے۔ لہذا اسے آزاد کر کے حضور نظام کے حوالے کر دینا چاہیئے۔ مسٹر پرسورام لکھتے ہیں۔ نواب آصف جاہ نظام الملک اور ایسٹ انڈیا کمپنی کے درمیان ۱۲۔ اپریل ۱۷۵۹ء کو ایک معاہدہ ہوا تھا جو اب تک منسوخ نہیں کیا گیا۔ اس معاہدے کا خلاصہ یہ ہے کہ دولتِ آصفیہ کو بندرگاہ مسولی پٹم کے استعمال کی پوری آزادی حاصل ہوگی۔ جن جہازوں پر دولتِ آصفیہ کا پرچم نصب ہوگا۔ وہ مسولی پٹم سے دوسری بندرگاہوں تک آ جا سکیں گے۔ اور برطانوی جہاز ان کی حفاظت کریں گے۔

اس معاہدے کی صحت و صداقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔

پھر اسے جامۂ عمل کیوں نہیں پہنایا گیا۔ اس زمانے میں جب انگریز بقول خود ہندوستان کو ہندوستانیوں کے حوالے کرنا چاہتے ہیں تو جانے سے پہلے حضور نظام کا قرض کیوں نہیں چکا جاتے۔ کیوں وہ چاہتے ہیں۔ کہ ان کی غیر موجودگی میں بھی وعدہ فراموشی کی یادگار قائم رہے؟ اگر یہ تمنا نہیں اور کوئی مہذب و متمدن حکومت ایسی تمنا کو دل میں جگہ بھی نہیں دے سکتی۔ تو پھر مسولی پٹم پر حضور نظام کا قبضہ کیوں نہیں تسلیم کیا جاتا۔ مسٹر امیری بارہا فرما چکے ہیں۔ کہ ہندوستان خواہ مکمل طور پر آزاد ہو جائے۔ لیکن برطانیہ اور ہندوستانی ریاستوں کے درمیان جو

معاہدے ہوچکے ہیں۔ ان کی تنسیخ کبھی عمل میں نہیں لائی جائیگی اس اعلان کا تقاضہ ہے۔ کہ مسولی پٹم کو دولت آصفیہ کے حوالہ کردیا جائے۔

تاجدار دکن کے ارشادات

"یار وفادار سلطنت برطانیہ" اعلیٰحضرت ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام نے ایک اجتماع عظیم کے روبرو جنگی شعبوں کی نمائش کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

ہندوستانی فوج ایک عظیم روائیت کی وارث ہے۔ جو ایک طویل اور شاندار ماضی سے چلی آرہی ہے۔ حال ہی میں آرمی میں رائل انڈین نیوی (شاہی ہندوستانی بحریہ) اور رائل انڈین ایر فورس (ہندوستانی فضائی طاقت) کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ہر دو اپنے لئے اعلیٰ روایات قائم کررہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے ملک کی تاریخ میں سنہری باب کا اضافہ کیا ہے۔ ان سروسز نے اتحادی اور برطانی قوا کے تعاون سے آزادی کا دفاع کیا اور نہ صرف اپنے ملک کی عزت کو برقرار رکھا بلکہ غیر ملکی دشمنوں سے ملک کے شہریوں کو بھی محفوظ رکھا۔ ان لوگوں کے شجاعانہ کارناموں نے جن میں سے بعض ہمارے ہر دلعزیز سپہ سالار کی زیر کمان افریقہ میں انجام دیئے گئے۔ دنیا کو محو حیرت کردیا ہے۔ ان کارناموں کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل چکی ہے۔

یہ ایک یقینی بات ہے۔ کہ ان خطرناک ایام میں ملک کی اس سے زیادہ عظیم تر کوئی خدمت انجام نہ دی جاسکتی تھی۔ ملک کی یہ سب سے بڑی خدمت تھی۔ جو کمال خوبی اور خوش اسلوبی سے انجام دی گئی۔ مزید برآں اس سے زیادہ کوئی دوسری خدمت باعث شکریہ نہیں ہوسکتی۔ سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ہز اگزالٹڈ ہائینس نے ارشاد فرمایا :-

نمائش کا مقصد۔ ہمیں اپنے ملک کی سطح سروسز کی زندگی تربیت اور فرائض سے بخوبی آگاہ کرنا ہے۔ تاکہ ہم ان میں عظیم تر عمیق تر دلچسپی لے سکیں۔ اور شجاعانہ کارناموں پر پہلے سے بھی زیادہ فخر کرنے کے قابل ہوسکیں۔ نمائش کے ذریعے ہم بہادرانہ کارناموں کو زیادہ اچھی طرح سمجھنے کے لائق ہونگے۔ زمانہ حاضرہ کے جدید اسلحہ سے بھی ہمیں واقفیت حاصل ہوگی۔

خاتمہ کلام پر اعلیٰحضرت نے اعلیٰ انتظامات کے لئے منتظمین نمائش کو مبارکباد دی اور فرمایا۔

یہ امر انتہائی مسرت کا باعث ہے۔ کہ نمائش اپنے مقاصد کی تکمیل میں پورے طور پر کامیاب رہی ہے۔

مسلمان ملزموں کی برأت

مسٹر کھوسلہ سیشن جج نے ان تمام مسلمان ملزموں کو بری کردیا۔ جن پر ستیارتھ پرکاش کے فرموں کو جلانے اور پرمانند کو چھرا مارنے کا الزام تھا۔ برأت کی وجہ عدم ثبوت ہے۔ لیکن ہندوؤں نے اس سلسلے میں بحث کا جو انداز اختیار کیا ہے۔ اس کا اندازہ ان دو اقتباسوں سے لگائیے۔ "پرتاپ" نے لکھا ہے:-

"سیشن جج سچا۔ کہ اس کے سامنے قابل اعتبار گواہ پیش نہ ہوئے۔ اور پولیس بھی کہ اسے قابل اعتبار شہادت دستیاب نہ ہوسکی۔ لیکن اس بڑھیا کو اس سے کیا تسلی ہوسکتی ہے۔ جس کا نوجوان لڑکا اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا؟"

اور "پربھات" نے "ایں جواب آں غزل" کے طور پر لکھا ہے :-

"ملزموں کے خلاف جرم ثابت نہیں ہوسکا تو قصور ان آریہ سماجی لیڈروں کا ہے۔ جنہوں نے مقدمے کے ابتدائی دور میں پرمانند کے رشتہ داروں کی حمائت نہ کی۔ ایک بڑے سماجی لیڈر کے متعلق جو سماج کی بدولت لاکھوں روپیہ کما چکا ہے پرمانند مقتول کے بھائی نے ہمیں بتایا۔ کہ جب اس لیڈر سے امداد مانگی گئی۔ تو اس نے ٹال دیا۔ حالانکہ یہ لیڈر عینی گواہوں کو جانتا تھا۔ اس قسم کے لیڈر آریہ سماج پر بوجھ ہیں"

جن مسلمان نوجوانوں پر الزام لگایا گیا تھا۔ قانون نے انہیں بے گناہ سمجھا۔ عدالت نے انہیں بری کر دیا۔ اب اسباب کی تلاش جاری ہے۔ کہ یہ لوگ بری کیوں ہوئے۔ اور ان کے بری ہونے میں قصور کس کا ہے۔ ہم سوال کرتے ہیں۔ کہ بیگناہ ملزموں کا چالان کر کے ان کو اتنی دیر پریشان کرنے۔ گھر سے دور رکھنے۔ اتنی دولت خرچ کرنے اور دکھ اٹھانے پر مجبور کرنے کے لئے کون خطاوار ہے۔ اور اب جبکہ یہ ملزم بے گناہ ثابت ہو چکے ہیں۔ ان پر جو گذری۔ اس کی تلافی کون کرے گا؟

آہ سلطان عبدالمجید خاں!

مجھ کو دیار غیر میں مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

غازی رضا شاہ پہلوی کی طرح سلطان عبدالمجید خاں کا چراغ حیات بھی غربت کی تاریک رات میں گل ہو گیا۔ سلطان شوکت عثمانی کی آخری یادگار تھے۔ ان کی وفات سے اس سلطنت کا آخری نشان بھی مٹ گیا۔ جس کی کشورکشائی نے بصرے کو شمال مغربی افریقہ اور مشرقی اناطولیہ کو آسٹریا سے ملا دیا تھا۔ اس دور کی تاریخ ختم ہو گئی۔ جب ترکوں کی شمشیر جوہر دار سے ایشیا سرنگوں اور یورپ لرزہ براندام تھا۔ وہ سورج غروب ہو گیا جس کی روشنی میں مسلمانوں کی کشورکشائی کا ڈنکا ساری دنیا میں بجتا تھا۔

سلطان عبدالمجید خاں مرحوم و مغفور ترکی کے آخری خلیفے تھے۔ ان کی معزولی کے ساتھ ہی ترکی میں خلافت کی جگہ جمہوریت عالم وجود میں آئی۔ سنہ ۱۹۱۹ء میں جب ترکی جنگ عظیم کی چوٹ کھا کر بے دست و پا ہو گیا تھا۔ قسطنطنیہ میں اتحادی فوجیں مقیم تھیں۔ سمرنا اور مغربی ترکی کے دوسرے حصوں میں یونانی آندھی کی طرح چھا گئے تھے۔ اس زمانے میں سلطان وحیدالدین خاں تخت پر جلوہ گر تھے۔ یہ بادشاہ اتحادیوں سے بہت زیادہ مرعوب ہو چکا تھا۔ اس میں اتنی بھی سکت نہ تھی۔ کہ مواعید کے مطابق اتحادی فوجوں کو مراجعت کا پیغام دیتا۔ آخر رحمت خداوندی غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے بھیس میں نمودار ہوئی۔ ترکان احرار نے غیر ملکی تسلط کے خلاف سردھڑ کی بازی لگا دی۔ ترک جب چناق سے آگے بڑھ کر قسطنطنیہ کے دروازے پر دستک دینے والے تھے تو سلطان کو اندیشہ ہوا کہیں نوجوان ترک مقدمہ چلا کر سزا نہ دیں۔ اسی خطرے کے باعث وہ بھاگے۔ اور برطانوی جہاز میں پناہ گزیں ہو گئے۔ ترکوں نے قسطنطنیہ میں داخل ہوتے ہی سلطان عبدالمجید خاں کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ لیکن خلافت کو حاکمانہ اختیارات سے محروم کر دیا گیا۔ تمام قوتیں براہ راست جمہوریت کے ہاتھ آگئیں۔ خلیفہ کی حیثیت مسیحی پوپ سے زیادہ دقیع نہ رہی۔ کچھ عرصے کے بعد ترکوں نے محسوس کیا۔ کہ جمہوریت کے ساتھ خلافت کا وجود نزاع و کشمکش کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے خلافت منسوخ کی گئی۔ اور خلیفہ کو جلاوطن کر دیا گیا۔ سلطان عبدالمجید خاں پہلے تو لندن گئے۔ اس کے بعد سوئٹزرلینڈ میں مقیم ہوئے بالآخر پیرس میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ ناصرالدین قاچار اور احمد شاہ قاچار کے بعد تیسرے مسلمان بادشاہ سلطان عبدالمجید خاں ہیں جنہیں پیرس کی مٹی نصیب ہوئی۔

سلطان کو ایام جلاوطنی میں ترکوں نے کوئی وظیفہ نہیں دیا خدا سلامت رکھے اعلیٰحضرت حضور نظام کو حضور نے از راہ کرم شاہانہ سلطان کیلئے معقول وظیفہ مقرر فرما دیا جس سے مرحوم راحت و اطمینان کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ابتدا میں ریاست بھوپال نے بھی کچھ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ لیکن وہ مرحوم کی ضروریات کیلئے کافی نہ تھا۔ بسر اوقات کا ذریعہ حضور نظام ہی کا عطیہ رہا۔ مولانا شوکت علی مرحوم کی مساعی سے مغفور کی بیٹی ولی عہد دکن کے عقد میں آگئی۔ اور مغفور کی بھتیجی ولی عہد کے بھائی کی بیگم بن گئی تھی۔ دونوں شہزادیاں درشہوار اور نیلوفر کے نام سے مشہور ہیں۔ مرحوم بہت زیادہ وضعدار اور خلیق تھے۔ خداوند کریم انہیں آغوش مغفرت میں جگہ عطا فرمائے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

عید قربان اور مسلمان ہند

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

۹ ماہ ذوالحجہ کو مکہ معظمہ میں لاکھوں ملقہ بگوشان اسلام اکناف واطراف عالم سے جمع ہو کر اسلام کے پانچ ارکان اسلام میں سے اس عظیم الشان رکن کی ادائیگی کی سعادت حاصل کریں گے۔ جس کے پردے میں دینی و دنیوی فلاح کے ہزاروں راز مخفی ہیں۔ دنیا کے پردے پر کوئی مذہب ہے جس کے عقیدتمند دنیا کے تمام حصوں سے بقدار کثیر جمع ہو کر یک وقت اپنے معبود کے حضور میں حاضر ہوں۔ اور وہ تمام رسوم بہ طیب خاطر ادا کریں جو ان کے جد امجد نے اپنی آئندہ نسلوں اور اُمتوں کیلئے مشیّت ایزدی سے رائج کی ہوں۔ وہ مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ انجمن کے پیروکار ہر سال نہایت ذوق و شوق اور ولولۂ ارادت کے ساتھ سفر کی صعوبت کی پروا نہ کرتے ہوئے عرب کے ریگستانوں میں چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ ان ایام میں میدان عرفات، مکہ کے کوچہ و بازار اور حریم کعبہ میں ترکی، ایرانی، حبشی، افغانی، ہندی، مصری، سوڈانی، مراکشی، طرابلسی، مشرقی، مغربی، روسی، بخارائی، جاوی، سراندیپی غرضیکہ دنیا کے ہر حصہ کے مسلمان ایک ہی احرام میں دکھائی دیتے اور عالمگیر اخوت اسلامی کا عدیم النظیر منظر اہل دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کالے، گورے، لال پیلے، ادنےٰ، اعلیٰ اور امیر و فقیر ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ اور ہر کلمہ گو کو خواہ وہ کہیں کا ہو۔ محبت و الفت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

اسی روز کا ایک اہم ترین واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ نفس نفیس حج بیت اللہ شریف کو تشریف لے جانا ہے۔ حج کا وقت آیا۔ تو حضور عرفات کو روانہ ہوئے۔ اور حجاج سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:۔

(۱) آج کے دن جاہلیت کی تمام باتیں باطل ہوگئیں۔

(۲) جاہلیت میں جن لوگوں نے خون کئے ہوں۔ اب ان سے انتقام نہ لو۔

(۳) سودخواری کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا گیا۔

(۴) ڈرو تو خدا سے ڈرو۔

(۵) اُن عورتوں کو جو تمہارے نکاح میں ہوں آرام سے رکھو اُن کے ساتھ نیک برتاؤ کرو۔ اور دیکھو عورتوں کا نفقہ تم پر واجب ہے۔

(۶) اگر قرآن کریم کی حبل المتین کو مضبوطی سے پکڑے رکھو تو وہ گمراہی اور ضلالت سے تمہیں بچائے رہیگا۔

(۷) کسی عرب کو یا کسی شریف النسل خاندانی آدمی کو کسی غیر عرب اور غیر خاندانی پر کوئی ترجیح نہیں ہے۔ اگر باعث فضیلت ہے تو محض تقویٰ و سیرت (اعلیٰ کیرکٹر) ہے۔ تمام انسان برابر ہیں اور سب بہ آئین مساوات نافذ ہے۔ تم سب آدم کی نسل سے ہو۔ اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

(۸) مسلمانو! خوب یاد رکھو۔ کہ تین چیزیں سینے کو کینے سے پاک رکھتی ہیں۔

ا۔ اخلاص جو نفاق کی ضد ہے۔

ب۔ تمام خلق اللہ کی نیک خواہی اور برادران اسلام کی خیر طلبی

ج۔ مسلمانوں میں یک دلی بڑھانے اور جماعت متحدہ قائم رکھنے کی کوشش۔

یہی وہ تعلیم ہے۔ آج تیرہ سو سال سے تقدیس ہو رہی ہے

یہی وہ دن ہے۔ جب قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی تھی (الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔ آج کے دن میں نے تمہارے دین (اسلام) کی تکمیل کی ، تم کو اپنی پوری نعمت عطا کی ۔ اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا)

دسویں ذوالحجہ عید قربان کا دن ہے مسلمانوں کے چہروں پر مسرت و شادمانی جھلک آتی ہے۔ دوست دوست سے ملتا ہے۔ بھائی بھائی سے بغل گیر ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے اہم مذہبی فریضہ ادا کیا۔

بعد از نمازِ عید حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی وہ سنت تازہ کی جاتی ہے۔ جس کا آغاز انہوں نے فرمان خداوندی سے سب سے عزیز شئے راہ حق میں قربان کرنے کے عزم سے کیا۔ اور خداوند کریم نے ان کی اس قربانی کو قبول فرمایا۔ حضرت ابراہیم کی گردن چھری کی بُرش سے محفوظ رکھی۔ اور ان کے بجائے ایک جانور پیش کر دیا۔

ممکن ہے اور ایسا اغلب ہے کہ دیگر مسلمان اقوام عالم حج کے صحیح معنی ، عید اضحٰی کی اصلی غرض اور قربانی کے حقیقی مفہوم سے نہ صرف واقف بلکہ اس پر عامل ہوں۔ لیکن مسلمانانِ ہند اسلام کی سچی تعلیم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عید کی خوشی سے بہرہ اندوز نہیں ہوتے۔

ہم محبت سے گلے نہیں ملتے۔ بلکہ باہم دست وگریباں ہوتے ہیں جانوروں کی قربانی کی بجائے ایک دوسرے کی ہلاکت کے درپے رہتے ہیں۔

جاہلیت کی تمام باتیں جو آج سے تیرہ سو سال پہلے باطل ہو گئی تھیں۔ ہم میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

اخوت ومساوات کی جگہ فرقہ آرائی اور حسد وعناد نے لے لی ہے۔

دولت وثروت کے بدلے آج ہمارے پاس نکبت و افلاس ہے۔

راحت و آرام ناپید اور حسرت و آلام کو روز افزوں ترقی پر ہیں۔

جب یہ حالت ہے۔ تو ہماری عید کیونکر عید کہلا سکتی ہے اور ہم خوشی کیسے منا سکتے ہیں ؟

مسلمانانِ ہند ! ذرا غور کرو۔ اور سوچو ! بتاؤ ، کہ واقعی تم عید منانے کے اہل ہو۔ وہ سامان تمہارے پاس موجود ہے جو عید کو عید بنا سکتا ہے۔ وہ طاقت تمہیں حاصل ہے جس کی بدولت تم اپنے مذہبی فرائض آسانی سے ادا کر سکو۔ اور وہ روح تمہارے قلوب میں طاری وساری ہے جس نے خلیل اللہ کو خدا کی راہ میں اپنے بیٹے کو قربان کرنے پر آمادہ کر دیا تھا ؟ آہ ! ان میں سے کوئی بھی نہیں ۔

آؤ ہم سچے مسلمان بنئے ، قرآن کی حبل المتین کو مضبوطی سے پکڑنے ، اور باہمی تفرقات کو دور کرنے کا عہد کریں۔ پھر دیکھیں ، ہمیں امن و آسائش ، راحت و مسرت اور آزادی و اطمینان سے عید کی خوشی منانے سے کون روکتا ہے ؟

(صفحہ ۱۱ سے آگے)

کیوں نہ فرمان خدا کا سرِ تسلیم ہو خم
کیوں نہ خوشنودیٔ مولا کا وہ سامان کریں
چاہیئے آج تو کچھ سلسلہ قربانی کا
فرض یہ بات ہے چاہے کسی عنوان کریں
قوم کا حال ہے بے حال خبر لیں اس کی
وقت امداد ہے یہ مشکلیں آسان کریں
قوم پر اپنی ہوں صدقے یہی قربانی ہے
مال و اولاد تو کیا اس پہ فدا جان کریں (دجاہت)

علمی و تاریخی مضمون

معجزہ شق القمر کی تصدیق

بابا رتن بن ساہوک ساکن ترمذی جو نواح دہلی میں ایک کسی مقام کا نام ہے۔ یہ پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر دین اسلام قبول کیا۔ جس کے بارے میں حضرت ختمی مرتبت نے طول عمر کی دعا کی۔ جو چھ سو تیس سال تک دنیا میں زندہ رہے۔ صاحب قاموس اور دیگر مورخین اسلامی نے کتب تواریخ میں انکا ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے جلد اول کتاب الاصابہ فی معرفۃ الاصحابہ میں بابا رتن کے حالات زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بابا رتن نے چھ سو تیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ۶۷۵ھ میں محمود بن بابا رتن نے خود اپنے باپ کے تفصیلی حالات اور اُن کا معجزہ شق القمر کا مشاہدہ کرنا ہندوستان سے بلاد عرب جانا اور مشرف باسلام ہونا بیان کیا۔

فاضل ادیب صلاح الدین صفوی نے اپنے تذکرہ میں لکھا ہے اور علامہ شمس الدین عبدالرحمٰن صانع حنفی سے نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے قاضی معین سے ۷۳۴ھ میں سنا کہ قاضی نور الدین بیان کرتے تھے کہ میرے جد بزرگوار حسن بن محمد نے ذکر کیا کہ مجھ کو سترھواں برس تھا جب میں اپنے چچا اور باپ کے ساتھ بسلسلہ تجارت خراسان سے ہندوستان گیا۔ اور ایک مقام پر ہمارا قافلہ ٹھہرا۔ جہاں ایک عمارت تھی۔ دفعتہً قافلہ میں شور دغل ہوا۔ جب میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ وہ عمارت بابا رتن کی ہے۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا۔ جس کے سایہ میں بکثرت لوگ آرام پا سکتے تھے۔ جب ہم اُس درخت کے نیچے گئے۔ تو دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں۔ ہم بھی اس غول میں داخل ہوئے۔ ہم کو دیکھ کر لوگوں نے جگہ دی۔ جب ہم درخت کے نیچے پہنچے۔ تو ایک بہت بڑی زنبیل درخت کی شاخوں میں لٹکتی ہوئی دیکھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس زنبیل میں بابا رتن ہیں جنہوں نے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے حضرت نے ان کے لئے چھ مرتبہ طول عمر کی دعا کی ہے۔ سنکر ہم نے اُن لوگوں سے کہا کہ زنبیل کو اتارو۔ تاکہ ہم اس شخص کی زبان سے کچھ حالات سنیں۔ ایک مرد بزرگ نے اس زنبیل کو اتارا۔ زنبیل میں بہت سی روئی بھری ہوئی تھی۔ جب اس زنبیل کا منہ کھولا گیا۔ تو بابا رتن نمودار ہوئے جس طرح مرغ کا طائر بچہ روئی کے پھل سے نکلتا ہے۔ پھر اس شخص نے بابا رتن کے چہرہ کو کھولا۔ اور ان کے کان سے اپنا منہ لگا کر کہا اے جد بزرگوار یہ لوگ خراسان سے آئے ہیں۔ اُن کی خواہش ہے کہ آپ ان سے مفصل بیان کیجیے۔ کہ آپ نے کیونکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ اور حضرت نے آپ سے کیا فرمایا تھا۔ یہ سنکر بابا رتن نے ٹھنڈی سانس بھری۔ اور اس طرح زبان فارسی میں تکلم کیا۔ جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔ مگر ہم بخوبی سنتے تھے اور سمجھتے تھے۔

بابا رتن کا بیان

میں اپنے باپ کے ساتھ کچھ مال تجارت لے کر حجاز گیا۔ اس وقت میں جوان تھا جب مکہ کے قریب پہنچا۔ بعض پہاڑوں کے دامن میں دیکھا۔ کہ کثرت بارش سے پانی بھر گیا ہے۔ وہیں پھر ایک صاحبزادہ کو دیکھا کہ جس کا چہرہ نہایت نمکین تھا۔ رنگ کسی قدر گندم گوں تھا۔ اور حلیہ نہایت خوبصورت تھا۔ وہ اس دامن کوہ میں اونٹوں کو چرا رہا تھا۔ بارش کا پانی جوان کے اور اونٹوں کے

درمیان تیزی سے بہ رہا تھا۔ اس سے صاحبزادہ کو خوف تھا۔ کہ اس سیلاب سے نکل کر اونٹوں تک کیونکر پہنچوں۔ یہ حال دیکھ کر مجھے ترس معلوم ہوا۔ اور بغیر اس خیال کے کہ میں ان صاحبزادہ کو جانتا پہچانتا ہوں۔ اپنی پیٹھ پر سوار کر کے اور سیلاب کو طے کر کے اُن کے اونٹوں تک پہنچا دیا۔ جب میں قریب اونٹوں کے پہنچ گیا۔ تو میری طرف نظر شفقت سے تین مرتبہ فرمایا۔

بارک اللہ فی عمرک، بارک اللہ فی عمرک، بارک اللہ فی عمرک۔ وہیں میں ان صاحبزادہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔ اور اسباب تجارت فروخت کر کے وطن واپس آیا۔ اور کچھ زمانہ گذر گیا۔ کہ حجاز کا خیال بھی نہ رہا۔ ایک شب کو میں اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا تھا اور چودھویں رات کا چوڑا چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ کہ دفعتاً کیا دیکھتا ہوں۔ کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا مشرق میں غروب ہو گیا۔ اور ایک مغرب میں۔ ایک ساعت تک دنیا تیرہ و تار رہی۔ رات اندھیری معلوم ہوتی تھی۔ ناگاہ وہ ٹکڑا جو مغرب میں غروب ہوا تھا۔ مغرب سے اور جو مشرق میں غروب ہوا تھا مشرق سے نکلا۔ اور آسمان پہ آ کر دونوں ٹکڑے مل گئے۔ اور چاند اپنی اصلی حالت میں ماہ کامل بن گیا۔ میں اس واقعہ سے بہت حیران تھا۔ اور کوئی سبب اس کا سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ قافلہ ملک عرب سے آیا۔ اس نے کہا۔ کہ مکہ میں ایک شخص ہاشمی نے ظہور کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ میں تمام عالم کے واسطے خدا کی طرف سے پیغمبر مقرر ہوا ہوں۔ اہل مکہ نے اس دعویٰ کی تصدیق میں مثل دیگر معجزات انبیاء کے معجزہ طلب کیا۔ اور اصرار کیا کہ چاند کو حکم دیجئے۔ کہ آسمان پر دو ٹکڑے ہو جاوے۔ ایک مشرق میں غروب ہو اور دوسرا مغرب میں۔ اور پھر دونوں اپنے اپنے مقام سے آ کر آسمان پر ایک ہو جائیں۔ اور چاند اسی طرح ایک ہو جائے جیسا کہ تھا۔ اس شخص نے بقدرت خدا ایسا ہی کر دکھایا۔ جب مجھے یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ تو

میں نہایت مشتاق زیارت ہوا۔ کہ خود جا کر اس شخص کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں نے سامان سفر درست کیا۔ اور کچھ مال تجارت ہمراہ لیکر روانہ ہوا۔ اور مکہ پہنچکر اُس شخص کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے مکان اور دولت سرا کا نشان بتایا۔ دروازہ پر پہنچا اور اجازت حاصل کر کے داخل حضوری ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص وسط خانہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ چہرہ نورانی چمک رہا ہے۔ اور ریش مبارک سے نور ساطع ہے۔ پہلے سفر میں جو میں نے دیکھا تھا۔ اور اس سفر میں جو میں نے دیکھا۔ مطلق نہیں پہچانا۔ کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں۔ جن کو میں نے اٹھا کر سیلاب سے باہر نکالا تھا۔ جب میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ تو میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور مجھے پہچان لیا۔ اور فرمایا۔ علیک السلام اور منی اُس وقت اُن کے پاس ایک طبق پر از رطب رکھا تھا۔ اور ایک جماعت اصحاب گرد بیٹھی ہوئی تھی۔ اور نہایت تعظیم کے ساتھ اُن کا احترام کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے دل پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میں آگے نہ بڑھ سکا۔ میری یہ حالت دیکھ کر انہوں نے فرمایا۔ کہ میرے قریب آ۔ پھر فرمایا۔ کہ کھانے میں موافقت کرنا مقتضیات مروت ہے۔ اور باہم نفاق کا پیدا کرنا دلیل بے دینی و زندقہ ہے۔ یہ سنکر میں آگے بڑھا۔ اور ان کے سامنے بیٹھ گیا۔ اور رطب کے کھانے میں شریک ہوا۔ وہ اپنے دست مبارک سے رطب اٹھا اُٹھا کر مجھے عنایت فرماتے تھے۔ علاوہ اس کے جو میں نے اپنے ہاتھ سے چن کر کھائے۔ چھ رطب انہوں نے عنایت فرمائے۔ پھر میری طرف دیکھ کر بہ تبسم ارشاد فرمایا۔ کہ تو نے مجھے نہیں پہچانا میں نے عرض کیا کہ مجھے مطلق یاد نہیں۔ شاید کہ میں نہ ہوں۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ کیا تو نے اپنی پیٹھ پر سوار کر کے مجھے سیل سے پار نہیں اُتارا تھا۔ اور اونٹوں کی چراگاہ تک نہیں پہنچایا تھا۔ یہ سنکر میں نے پہچانا اور عرض کیا۔ کہ اے جوان خوش رو بیشک صحیح ہے۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ داہنا ہاتھ بڑھا۔ میں نے داہنا

ہاتھ بڑھایا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ بڑھاکر مصافحہ کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ میں نے اس کو ادا کیا۔ حضرت بہت مسرور ہوئے۔ جب میں رخصت ہونے لگا۔ تو حضرت نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ بارک اللہ فی عمرک۔ میں حضرت سے رخصت ہوا۔ میرا دل بسبب حصول شرف اسلام بہت بشاش تھا حضرت کی دعا کو حق تعالیٰ نے مستجاب فرمایا۔ اسوقت میری عمر چھ سو برس سے کچھ زیادہ ہے۔ اس دیہہ میں جسقدر ریگ آباد ہیں۔ وہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد ہیں

سلطنت ظاہری و باطنی کے دو بادشاہ

خلیفہ ہارون الرشید ایک دفعہ حج کے زمانہ میں کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا تھا۔ اثنائے طواف میں اس نے ایک بدوی کو دیکھا۔ کہ وہ بھی اس عبادت میں مصروف ہے۔ لیکن اس پر اس کے شاہی رعب نے مطلق اثر نہیں کیا۔ بالکل بے تکلفی کیساتھ بادشاہ کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ ہارون پر یہ حرکت نہایت شاق گذری۔ اس نے قہر کی نظر سے اپنے حاجب کی جانب دیکھا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ اس گستاخ بدوی کو میرا مرتبہ میری شان بتلادے

حاجب نے کہا او بے ادب تجھے خبر نہیں۔ امیرالمومنین کے ساتھ بڑھنے کی جرأت کرتا ہے۔ اعرابی نے جواب دیا۔ اس جگہ تمام مسلمان مساوی ہیں۔ خلیفہ کو کوئی حق نہیں کہ وہ یہاں مجھ سے ادب کی تمنا کرے۔ کیا اسے اطلاع نہیں کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے سواءن العاکف فیہ والباد (اس گھر میں مسافر اور مقیم سب برابر ہیں) ہارون نے اس آیت کو سنکر حاجب کو روکدیا۔

جب خلیفہ نے سنگ اسود کے بوسہ کا ارادہ کیا۔ تو اعرابی نے بڑھکر اس سے پہلے یہ سنت ادا کردی۔ اس وقت بھی ہارون دلتنگ ہوا۔ اور جب مقام ابراہیم کی جانب نوافل پڑھنے کیلئے چلا تو وہاں بھی اعرابی اس سے پیشتر نماز میں مشغول تھا۔ اب ہارون کو نہایت غصہ آیا۔ اور اس نے نماز سے فارغ ہوکر اس بدوی کی طلبی کا حکم دیا۔ حاجب نے کہا یا اعرابی اجب امیرالمومنین (آپ کو خلیفہ طلب کرتے ہیں) اعرابی نے باستغنا جواب دیا۔

مالی الیہ حاجۃ ان کانت لہ حاجۃ فہو احق بالقیام (میری امیرالمومنین سے کوئی ضرورت اور غرض انکی نہیں۔ البتہ اگر وہ ضرورتمند ہیں تو ان کو خود میرے پاس آنا چاہیئے۔ حاجب یہ سنکر غصہ میں سرخ ہوگیا۔ لیکن خلیفہ اس پیام کو سنکر اپنے خیمہ سے نکلا۔ اور اعرابی کو سلام کرکے مستفسر ہوا۔ کہ اگر آپ اجازت دیں تو یہاں بیٹھ جاؤں۔ اعرابی نے فوراً فرمایا۔ لیس ولا الحرم حرمی البیت بیت اللہ والحرم حرم اللہ وکلنا فیہ سواء ان شیئت تجلس وان شیئت تنصرف یہ گھر میرا گھر نہیں ہے۔ نہ یہ حرم میرا حرم ہے۔ دونوں چیزیں پروردگار عالم کی ہیں۔ تیرا جی چاہے بیٹھ جا اور چاہے چلا جا۔

ہارون پر اعرابی کی اس پرمعنی تقریر نے بڑا اثر کیا۔ بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ میں آپ سے آپ کا فرض دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ نے بتادیا تو آیندہ اور بھی میرے سوالوں کا جواب دے سکیں گے۔ ورنہ میں سمجھ لوں گا۔ کہ آپ میری باتوں کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ اعرابی نے فرمایا۔

ہذا سوال متعلم او متعنت (یہ سوال بطریق طالب علمی ہے یا

بحیثیت ممتحن) ہارون کو اس کلام کی برجستگی سے سخت تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ یہ سوال طالب علمانہ حیثیت سے کیا گیا ہے۔

اعرابی نے فرمایا اپنی جگہ سے اٹھ اور شاگردوں کی مانند میرے سامنے آکر بیٹھ۔ ہارون دوزانو ہوکر بیٹھا۔ اور پوچھا کیا چیز آپ پر اللہ نے فرض کی ہے۔ اعرابی نے فرمایا خدا جانے کونسا فرض دریافت کرتا ہے۔ تیرا سوال ایک فرض سے ہے یا پانچ یا سترہ یا چونتیس یا چورانوے فرضوں سے ہے۔ اے ہارون کونسا فرض بتاؤں۔ چالیس میں سے ایک یا تمام عمر میں ایک فرض یا دوسو میں سے پانچ تو پیشتر اپنا سوال معین کر۔

ہارون یہ سنکر ہنس پڑا۔ اور کہا میں فرض دریافت کرتا ہوں۔ تو تمام دنیا کا حساب سناتا ہے۔

اعرابی نے فرمایا۔ اے ہارون اگر دین میں حساب نہ ہوتا۔ تو حق تعالیٰ بھی قیامت کو حساب نہ کرتا۔ اور یہ کیوں فرماتا۔ فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینابہا وکفابنا حاسبین (کسی جان پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اگر رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا۔ وہ بھی حاضر کیا جائے گا۔ اور ہم حساب لینے میں کافی ہیں۔ ہارون کو بار بار اپنا نام لینے پر نہایت غصہ آیا۔ اور کہا اے اعرابی اگر تو نے اپنے کلام کی تفسیر نہ کی تو تجھ کو صفا اور مروہ کے مابین قتل کرونگا۔

حاجب نے خلیفہ کو غضبناک دیکھ کر اعرابی کی سفارش کی اور عرض کی حضور اس بزرگ مقام کی حرمت کے باعث اسکی خطا معاف فرما دیجئے۔ اعرابی نے ان دونوں کی باتوں پر تبسم فرمایا۔ ہارون نے اس بے موقعہ مسکراہٹ کا سبب دریافت کیا۔ اعرابی نے فرمایا تمہاری باتوں نے مجھے تعجب میں ڈالا۔ ایک تم میں سے موت کا مالک بنتا ہے۔ اور دوسرا زندگی کا وارث۔

اعرابی نے فرمایا اے ہارون رب العالمین نے اپنے بندے پر بہت سے فرض مقرر کئے ہیں۔ میں نے کہا تھا ایک فرض وہ توحید الٰہی ہے۔ اور پانچ فرض وہ صلوۃ خمسہ ہیں۔ اور سترہ فرض سے مراد دن رات کی سترہ رکعتیں اور چونتیس سے مطلب سجدے اور چورانوے فرضوں سے دن رات کی چورانوے تکبیریں اور چالیس میں سے پھر ایک فرض کے معنی دینار کی زکواۃ اور تمام عمر کا فرض حج بیت اللہ اور دوسو میں سے پانچ درہم کی زکواۃ۔

ہارون اس تفصیل کو سنکر نہایت مسرور ہوا۔ اس بدوی کی نہایت عزت کی۔ اعرابی نے فرمایا۔ اے ہارون جو تو نے سوال کیا۔ میں نے اس کا جواب دیا۔ اب تو مجھے اجازت دے کہ میں بھی تجھ سے کچھ دریافت کروں۔ ہارون نے نہایت خوشی کے ساتھ منظور کیا۔ اعرابی نے ارشاد فرمایا۔

ایک شخص نے صبح کے وقت ایک عورت کی جانب نظر ڈالی۔ تو یہ دیکھنا حرام تھا۔ لیکن ظہر کے وقت دیکھنا حلال ہوگیا۔ عصر کے وقت یہ عورت پھر حرام کردی گئی۔ مغرب کو اس کا دیکھنا پھر حلال ہوگیا عشا کے وقت پھر حرام ہو گئی۔ اور صبح کے وقت حلال کردی گئی۔ جب ظہر کا وقت آیا پھر اس کا دیکھنا حرام ہوگیا۔ لیکن عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی۔ جب مغرب کا وقت ہوا پھر حرام کردی گئی۔ اور عشاء کے وقت پھر اس عورت کا دیکھنا حلال کردیا گیا۔

اے ہارون کیا جواب دیتا ہے تو اس شخص کو اور اس مسئلے میں کیا مذہب ہے تیرا۔ ہارون نے نہایت متعجب ہوکر کہا۔ لقد اوقعتنی فی البحر لایخلفنی منہ غیرک۔ (آپ نے مجھے ایک بہت بڑے دریا میں ڈال دیا جس میں سے بغیر آپ کے کوئی دوسرا نہیں نکال سکتا) اعرابی نے فرمایا تجھے ذرا سی بات نے عاجز کردیا۔ اے ہارون اس ہی علم پر فخر اور تکبر کرتا ہے۔ ہارون نے شرمندہ ہوکر معذرت کے لہجہ میں عرض کیا۔ اگرچہ میں نے آپ کی شان میں بے ادبی کی۔ لیکن

مجھے نے آپ کی قدر و منزلت پر مجھے مجبور کیا۔ آپ ہی مہربانی فرماکر اس مسئلے کو بھی حل کیجئے۔ اعرابی نے فرمایا۔ اے ہارون یہ عورت پہلے دن کسی غیر شخص کی لونڈی تھی۔ اجنبی آدمی کو اس کا دیکھنا حرام تھا ظہر کے وقت اس نے اسے خرید لیا۔ اور عصر کے وقت اس شخص نے لونڈی کو آزاد کر دیا حرام ہوگئی۔ مغرب کے وقت اس سے نکاح کر لیا۔ جب عشاء کا وقت آیا طلاق دیدی۔ لیکن صبح کو پھر رجوع کر لیا۔ حلال ہوگئی۔ ظہر کے وقت یہ شخص اسلام سے مرتد ہو گیا۔ ارتداد کے باعث حرام ہوگئی۔ تائب ہوگیا۔ پھر حلال ہوگئی لیکن مغرب کے وقت اس نے ظہار کر لیا۔ پھر حرام ہوگئی۔ اور عشاء کے وقت کفارہ دے کر پھر حلال کر لیا۔

ہارون یہ سنکر سخت متعجب ہوا۔ ان سے اپنی گستاخی کے متعلق معذرت کی اور کئی ہزار اشرفیاں پیش کش کیں۔

لیکن اعرابی نے فرمایا یہ آپ ہی کو مبارک رہیں۔ ہم نے جس چیز سے تعلق قطع کر لیا ہے۔ پھر اس کی طرف توجہ کرنا اپنی شان کے خلاف ہے۔ یہ فرما کر تشریف لے گئے۔

ہارون شرمندہ ہوکر اپنے خیمہ کی جانب آیا۔ راستہ میں لوگوں سے اس اعرابی کی بابت پوچھ پاچھکر معلوم کیا۔ کہ یہ بزرگ امام موسیٰ رضا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے صاحبزادے تھے۔

بندہ احمد سعید واعظ دہلوی

— ❁ —

عید قربان

آج کیا دن ہے ذرا غور مسلمان کریں
عید آئی ہے، تو کچھ عید کا ساماں کریں

مالداروں سے تو کچھ بحث نہیں ہے ہم کو
ذبح کتنے ہی بہائم کریں، حیوان کریں

مور بن جائیں سبھی ڈانٹ کے رنگیں پوشاک
عید کے روز نمایاں وہ نئی شان کریں

دے کے للہ بزو گاؤ کی کھالیں اک دو
کسی مسجد کے موذن پہ کچھ احسان کریں

اس میں دو فائدے ہیں نام بھی کام بھی ہے
پورا پھر شوق سے وہ کیوں نہ یہ ارمان کریں

مگر اس عید کو ان باتوں سے کیا نسبت ہے
ٹیپ ٹاپ ایسی نہ بے سود مسلمان کریں

اچھے کپڑوں سے تو اس عید کی رونق ہی نہیں
اچھی پوشاک سے کیوں مال کا نقصان کریں

زندہ کرنی ہے اگر سنّتِ ابراہیمی
اس پہ کچھ غور کریں، فکر کریں دھیان کریں

امتحان گاہِ محبّت میں نہ گھبرائیں ذرا
بندے اللہ کے سر عشق کا میدان کریں

مال کیا مال ہے دولت کی حقیقت کیا ہے
آج وہ دن ہے کہ خوش ہو کے فدا جان کریں

اپنی اولاد نہیں ہوتی ہے پیاری کس کو
حکم آتا ہے کہ فرزند کو قربان کریں

ہے یہ فرمان بہت سخت بظاہر لیکن
اس میں پوشیدہ ہے کیا رمز یہ پہچان کریں

ہے رضا دوست کی فرزند کی الفت سے سوا
سر پہ آنکھوں پہ ہے، جو کچھ بھی وہ فرمان کریں (بقیہ ص ۲ پر)

بصائر و عبر

"تذکرہ غوثیہ" میں مذکور ہے کہ حضرت غوث علی شاہ قلندرؒ پانی پتی نے ایک روز فرمایا کہ "شیطان نے تو یہ نافرمانی کی کہ حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ اور حضرت آدمؑ سے یہ قصور ہوا کہ باوجود ممانعت دانہ گندم کھا لیا۔ سرکاری حکم عدولی میں دونوں برابر تھے۔ لیکن جب عتاب نازل ہوا تو شیطان نے بیدھڑک جواب دیا۔ کہ فبما اغویتنی یعنے تو نے ہی مجھے گمراہ کیا ہے۔ مگر حضرت آدمؑ نے نہایت ندامت سے سر جھکا دیا۔ اور عرض کیا۔ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین،

یعنے اے رب العلمین ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ اگر تو ہمیں نہ بخشیگا اور ہم پر رحم نہ کرے گا۔ تو ہم نامراد ہو جائیں گے۔ اس وقت حضرت آدمؑ سے پوچھا گیا۔ کہ ایک تو تم نے حکم عدولی کی تو دوسرا جھوٹ بولا۔ کیونکہ فاعل حقیقی ہم ہیں۔ ہمارے فعل کو تم نے اپنی طرف منسوب کرنے میں دوسرا قصور کیا۔ حضرت آدمؑ نے عرض کیا۔ کہ بار الہا میں دل سے تو لاریب تجھے ہی فاعل حقیقی سمجھتا ہوں۔ مگر معصیت کو تیری ذات پاک کی طرف منسوب کرنے سے مجھے شرم آتی ہے۔ مقتضائے ادب یہی تھا کہ میں گناہ کو اپنی جانب منسوب کروں

گناہ اگرچہ نبود اختیار ما حافظ
تو در طریق ادب کوش وگو گناہ من است

ان کا یہ ادب درگاہ رب العزت میں پسند ہوا۔ تو مقبول بن گئے اور شیطان مردود، خیر اور قبول تو اللہ کے اپنے قبضۂ قدرت میں ہے جسے چاہے دے۔ مگر اللہ میاں پر آدمؑ کا جھوٹ اور شیطان کا سچ خوب ظاہر ہے۔

کیا نکتہ کی بات اور کسقدر قابل غور مسئلہ ہے

ایک روز حاضرین مجلس سے کسی نے صحبت فقراء کے بے اثر ہونے کی شکایت کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں سچ ہے۔

فائدہ کیا کرے صحبت جو نہ ہو استعداد
باغ میں جا کے کبھی زاغ خوش الحان ہوا

لیکن صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔

پسر نوح با بدان بنشست
خاندانِ نبوتش گم شد

ومن اراد ان یجلس مع اللہ معٗ الفقراء (جو اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے اُسے چاہیئے کہ فقراء کے پاس بیٹھے) کیونکہ صحبت فقراء میں صحبت الٰہی ہے۔ باری میں ایک دفعہ ایک کتے کو ہڑک اُٹھا۔ مالک نے آم کے درخت کے ساتھ باندھ دیا جب ہڑک کا زور اُٹھتا تو وہ درخت کو کاٹتا۔ آخر تین دن میں کتا مر گیا اور مہینہ بھر کے اندر وہ درخت بھی خشک ہو گیا۔ اس شخص نے درخت کو کاٹا اور گھر لے گیا۔ درخت کے ٹکڑے ایندھن کے کام میں لائے گئے تو اس کا دھواں جس آدمی کو لگا وہ بھی باولہ ہو گیا جب باولے کُتے کے کاٹنے میں یہ تاثیر ہے۔ تو فقراء میں اتنا اثر نہیں۔ پیر کامل کی تعلیم کبھی ضائع نہیں جاتی۔ اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔

مردان خدا خدا نہ باشند
لیکن ز خدا جدا نہ باشند

تذکرۂ برادری

قارئین القریش سے

کاغذ کے راشن کی تقسیم کے وقت القریش کے حصہ میں مقدار قلیل کوٹہ آیا۔ کہ وہ اس کی اشاعت کیلئے کافی نہ تھا۔ پیہم پرزور مطالبوں کے باوجود کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں القریش کی تعداد اشاعت نصف سے بھی گھٹ گئی۔ حجم کم کر دینے کے باوصف بھی کام نہ چلا۔ کتابت و طباعت کے اخراجات ہمگیر گرانی کی وجہ سے دگنے ہو گئے۔ اور آمدن کا خانہ بالکل خالی رہنے لگا۔ مخیر حضرات بالخصوص ہمارے ناظم صاحب نہ مفرما فراخ دلی کے ساتھ امداد نہ کرتے تو قومی خدمات کا یہ سلسل جاری نہ رہ سکتا۔ گذشتہ سہ ماہی سے کوٹہ میں اضافہ تو ہو گیا۔ لیکن تعداد اشاعت میں کوئی ترقی نہیں ہوئی۔ جو معاونین ٹوٹ چکے ہیں ان میں اکثر حضرات کے پتے تبدیل ہو چکے ہیں۔ بعض حضرات نے حجم کی کمی اور ترسیل رسالہ میں تاخیر کو دفتر کی بدنیتی پر محمول کیا۔ بعض اپنے مکتوب و مراسلات کی طباعت و اشاعت کے عذر سے دست کش ہو گئے۔ اور بعض نے ضروریات زندگی کی گرانی سے مجبور ہو کر دست تعاون کھینچ لیا۔ تا آنکہ اشاعت اتنی گری کہ اخراجات ناقابل برداشت ہو رہے ہیں۔ زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ جن حضرات کی خدمت میں القریش علی التواتر حاضر ہوتا ہے زراعانہ کی ترسیل سے وہ بھی لاپرواہ ہیں مسلسل مطالبوں اور یاددہانیوں کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔ عطیہ اور چندہ کی رقوم میں معاون خصوصی کی معقول و معتدبہ یکمشت رقم اور دو تین اور حضرات کی رقوم کے ماسوا گذشتہ دس ماہ میں کوئی رقم وصول نہیں ہوئی۔ اور اخراجات بدستور ہو رہے ہیں۔ اگر محاصل و مخارج کی یہی صورت رہی اور بہی خواہان القریش کی بے اتفاقی کا یہی عالم رہا تو نتیجہ معلوم۔

تنظیمی سلسلہ میں مرکزی ادارہ کے ماسوا کم و بیش ستر مراکز قائم ہو چکے تھے۔ جو سادات قریش کی اندرونی اصلاح و تنظیم کا فرض انجام دینے میں مصروف تھے۔ نواح ملک سے جلسوں کی دعوتیں آنے لگی تھیں۔ افراد قوم میں من حیث المجموع بیداری کا ایک جذبہ موجزن تھا۔ کہ جنگ کی وبا نازل ہوئی۔ اور حالات نے ایسا پلٹا لیا۔ کہ تردد و تفکر کے گھنگھور بادل فضائے عالم پر چھا گئے۔ ہراس و پریشانی نے سارے پروگرام تہ و بالا کر دیئے۔ تا آنکہ جذبات بیداری ٹھنڈے ہو کے رہ گئے۔ جن کے ابھرنے اور بروئے کار آنے کی حالات مساعد ہونے پر بوثوق توقع ہے۔ گر پیش آمدہ پریشانیوں کا مقابلہ نہ کیا گیا۔ اور القریش حوادث کی نذر ہو گیا۔ تو قومی مفاد سے متعلقہ امور اور مقاصد یکسر فوت ہو جائیں گے۔ اور پھر ان کا زندہ ہونا محالات بلکہ ناممکنات سے ہو جائے گا۔ لہذا بہی خواہان القریش اور دردمندان قوم کا فرض ہے۔ کہ وہ کارپردازان القریش سے تعاون کرتے ہوئے اپنی ہر ممکن امداد سے دریغ نہ کریں۔ و باللہ التوفیق!

مراسم قبیحہ

مکرمی پیر نور محمد صاحب ہاشمی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "رسوم مروجہ قبیحہ کے انسداد و اصلاح میں لاکھ سر مارنے کے باوجود نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، ایک قوم و برادری پر موقوف نہیں اس بارہ میں عامتہ المسلمین کی حالت یکساں ہے۔ وقت پر بڑے بڑے واعظ مجبور نظر آتے ہیں۔

پچھلے دنوں ہمارے ہاں ایک شادی کی تقریب پر خوف و ہراس کے اس زمانہ میں جبکہ خلق خدا بھوکوں مر رہی ہے۔ اور

گرانی نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ اس قدر فضول خرچی سے کام لیا گیا۔ کہ کہنے کی بات نہیں۔ مراسم تبیجہ کی ادائیگی میں ہی خدا جانے کتنا روپیہ ضائع کر دیا گیا۔ گانے بجانے کی مجالس گرمانے میں زر نقد کی ایک معقول مقدار برباد کر دی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہزاروں تعلیمی ادارے، یتیم خانے امداد کے محتاج ہیں۔ سینکڑوں قومی وملی کام تشنۂ تکمیل ہیں۔ کاش یہ روپیہ کسی جائز ضرورت پر صرف ہوتا۔ کیا ان فضول خرچیوں تعلیّوں اور لہو ولعب سے نجات کی کوئی صورت ہو سکتی ہے"؟

اٹل قوانین اسلام موجود ہیں۔ قرآن کریم میں وعیدیں آ چکی ہیں مصلحان قوم وملت نے سر مارا۔ مگر گمراہ صراط مستقیم پر نہ آئے ایسے لوگوں کو خدا ہی ہدایت دے۔ اپنے بس کی بات نہیں۔ آپ کے احساسات قابل قدر ہیں۔ امکانی کوششیں جاری رکھیے۔ شاید صورت اصلاح جلوہ گر ہو۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

قومی جماعتیں

"ندوۃ القریش" کے اجلاس ایک عرصہ سے معرض التوا میں ہیں۔ لیکن ملحقہ شاخیں بدستور فرائض انجام دے رہی ہیں۔ شاہ گنج، مولال، بہار اور پیلی بھیت کی انجمنوں کے جلسوں کی کارروائیاں موصول ہوئی ہیں۔ افسوس ہے کہ اشاعت کی گنجائش نہیں۔ کارپردازان انجمن کی مساعی قابل صد تبریک ہیں۔ گو موجودہ حالات ترقی کے قدم بڑھانے میں مانع ہیں۔ تاہم کام کا تسلسل جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ حالات مساعد ہونے پر نتائج بخیر ہونگے۔

انجمن قریشیان پنجاب گوجرانوالہ انگڑائی لیکر پھر خواب راحت میں ہے مکرمی قاضی منظور حسین صاحب ہاشمی کھیلدار اور قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی مساعی سے توقع تھی کہ انجمن ایک بار پھر میدان سابقت میں قدم بڑھائیگی لیکن یہ توقع پوری نہ ہوئی۔ مائع بخیر ہو۔ کیا محترم قاضی صاحب قومی مفاد کے پیش نظر انجمن کی مشینری کو حرکت میں لانے کی کوشش کرینگے؟

واقعات وحوادث

اوم پرکاش سٹیشن ماسٹر آنولہ نے صرف دو ہفتہ میں ۴۶۵۲ روپے کی کثیر رقم نذرانہ (رشوت) میں وصول کی۔ اگر آمدن کی یہی رفتار ہو تو اوم پرکاش ایسا نذرانہ خور سٹیشن ماسٹر دو چار سال میں ریلوے کمپنی کا ایک بہت بڑا حصہ دار بن سکتا ہے۔ نذرانہ خوری کو مجسٹریٹ نے جرم قرار دے کر اوم پرکاش کو تین سال قید اور دو ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی ہے۔ گویا قریباً ایک ہفتہ کی آمدن اسے واپس دینی پڑی۔ باقی ماندہ رقم اگر قید کے ۳۶ مہینوں پر تقسیم کی جائے۔ تو کھانے کے علاوہ اوم پرکاش کو پھر بھی تقریباً ۷۵ روپے ماہوار بچتے رہے اور اسی قدر اندازاً اس کی تنخواہ ہوگی۔ گویا اوم پرکاش جیل میں بھی اپنی تنخواہ پر بحالی رہا۔ یہ ہیں آم کے آم اور گٹھلیوں کے دام۔

کولمبو کی ایک خبر ہے۔ کہ پنچی اپوسوامی ایک شخص نے اپنے ستر سالہ باپ کو اس جرم میں گولی کا نشانہ بنا دیا۔ کہ بڈھے نے بیٹے کو بچوں کو مارنے سے منع کیوں کیا۔ چاٹ گام کے ایکٹ کین نے اپنے باپ کو توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کی پاداش میں پچاس روپے جرمانہ کی سزا دلائی دیوانی مقدمہ لڑا۔ یہ ہے عہد حاضر کی تہذیب اور نئی روشنی کا کرشمہ۔

راشن کی نزاکتیں بھی حد سے سوا ہونے لگیں، تول وزن کے

بعد اب والوں کی گنتی بھی شروع ہو گئی ہے حکومت بمبئی نے گائے بھینس کے سامان خوراک ہیں جو نوسے دیئے جائینگے۔ وہ گن کر پورے ڈیڑھ سو کی تعداد میں دیئے جائیں گے۔ ماہرین راشن کا یہ کمال قابل داد ہے۔ آگے آگے دیکھیئے بنتا ہے کیا۔

ہندوستان کی طباعت و مطبوعات کے لیئے کاغذ عنقا ہو گیا تحصیل بنگام میں کاغذ کی قلت کی وجہ سے ایک روپیہ سے دس روپے تک کے اشٹام ختم ہیں۔ عوام تکلیف میں مبتلا ہیں۔ الہ آباد کی ایک ڈرامائک کلب نے اپنے اشتہارات درختوں کے پتوں پر شائع کیئے ہیں۔ یہ پتے "سال" کے درخت کے بتائے جاتے ہیں۔ علمی اداروں کا خدا حافظ۔

حکومت سندھ نے ستیارتھ پرکاش کے دل آزار ابواب ممنوع قرار دیدیئے۔ اس جرأت پر حکومت کی بڑی داد دی گئی لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ حکومت سجدہ سہو کرنے والی ہے۔ متنازعہ حکم کی تنسیخ پر غور و فکر کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ وہ کام ہی کیوں کیا جائے جسکا بار برداشت کرنیکی توفیق نہ ہو۔

چہ کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

لرزہ خیز پیغام

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

اللہ تبارک تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ قوم خود اپنی حالت کو بدلے

یہ امر مسلم ہے۔ اور تاریخ بھی اس پر شاہد ہے۔ کہ دنیا میں ہر ایک قوم اسی وقت زندہ اور برسر اقتدار رہی جب تک اپنے اصول کی پابندی اور مذہبی شعار کو احترام کی نگاہ سے دیکھنا اس کا نصب العین رہا اسی کی اشاعت نفوس انسانی کی اصلاح اور مقاصد تخلیق عالم کے اظہار کیلیئے انبیاء کرام کی بعثت ہوتی رہی۔ اور جب تک یہ محرم اسرار لوگ اس دنیا میں رہے۔ ان رموز کو برملا کہتے رہے سولی پر چڑھ چڑھ کر رسوا ہو ہو کر آلام و مصائب کے نشانہ بن بن کر خلق خدا کو آمادہ عمل کرتے رہے۔

لیکن جب کبھی امتداد زمانہ یا سرکشی کے باعث لوگ اس سے برگشتہ اور اصول و قوانین کی قیود سے آزاد ہو کر شتر بے مہار ہوئے۔ جبار حقیقی کی گرفت نے اپنے حصار میں لے لیا۔

بنی اسرائیل کو یوم شنبہ میں شکار کی ممانعت اور اس کے بعض مفسد اور ناعاقبت اندیش افراد کی روگردانی اور اس پر قہر ربانی کا متحرک ہونا اور کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ رد شکارے ہوئے بندر ہو جاؤ کا مستحکم اور اٹل حکم اسی کا نمونہ ہے۔

موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا جاتا ہے کہ قوم عمالقہ سے جنگ کرو حسب الحکم قوم کو لیکر روانہ ہوتے ہیں۔ جب قوم ان کی قدامت اور قوت سے باخبر ہوتی ہے۔ صاف انکار کر دیتی ہے اور کہتی ہے۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُوْنَ یعنی اے موسیٰ ہم ان سے جنگ کرنے کی قوت نہیں رکھتے۔ اگر یہ امر ربی ہے تو تم

اور تمہارا خدا جاکر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں۔

غرض قوم صاف جواب دیتی ہے۔ موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام معہ برادر ہارون علیہ السلام جنگ کرکے مظفر ومنصور واپس ہوتے ہیں۔ اور اس ناسپاس اور نافرمان قوم پر عتاب ہوتا ہے کہ چالیس سال تک اس لق ودق میدان میں بھٹکتے رہیں۔

کیا اس قہر ربانی کا باعث انحراف احکام الٰہی نہ تھا۔ علاوہ ازیں قوم لوط پر پتھر برسانے میں کیا رموز تھے۔ قوم ہود کی بربادی کن وجوہ سے ہوئی کس جرم کی پاداش میں نعمت دارین سے محروم رکھے گئے۔ نمرود شداد فرعون وغیرہ ہم کو تاج وتخت سے محروم اور نیست ونابود کرنے والے اسباب کیا تھے۔ وہی خالق اکبر کے لرزہ خیز اور ہیبت انگیز احکام کی مخالفت۔

ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسھم

اللہ تبارک وتعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا۔ یہاں تک کہ قوم خود اپنی حالت بدل ڈالے اور اپنے اندر اس قسم کے اسباب پیدا کرے۔

ایک حقیقت شناس اور نتیجہ رس طبیعت معمولی غور وتامل کے بعد باسانی اس نظریہ کو حل کر سکتی ہے کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے۔ اس کو کن خدمات کے انجام دہی کی غرض سے دنیا میں بھیجا گیا کیا لفظ اسلام کا حقیقی موضوع موجودہ عام حالت اسلامی ہے۔ کیا مسلمانوں کو اسی ذلت ومسکنت نکبت وافلاس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اسلام عالم کائنات کیلئے آخری مکمل درس ہے۔ رب العالمین کا فرمان عالیشان ان الدین عند اللّٰہ الاسلام۔ اگر اللہ رب العزت کے نزدیک کوئی سچا دین ہے۔ تو مذہب اسلام ہے۔ اسلام وہ ہے جس کیلئے عرب کا آخری اولوالعزم پیغمبر بول اٹھا کہ اگر سورج میرے ایک ہاتھ میں اور چاند دوسرے ہاتھ میں رکھ دیا جائے۔ تو میں اپنی بات سے باز نہ آؤنگا اسلام عالم کی رہنمائی اور عالمگیر ظلمت وتاریکی سے نکال کر شریعت غرہ کا راستہ بتانے کو آیا مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ تمہیں بلند وبرتر رہوگے تمہارے لئے غلبہ ونصرت ہوگی۔ بشرطیکہ تم مومن رہے اصول ملت کے پابند۔ یا وتصنع کجروی وعہد شکنی سے ہٹ کر صفات اسلامی کے امین رہے۔ تمہیں تو تھے انتم الاعلون کے سرمایہ داروں میں۔ تمہاری ریا کا جام گردش نہ ہوتا۔ چنانچہ جب تک مسلمان اپنے صفات سے متصف رہے اکرام الٰہی سے بہرہ اندوز تھے۔ ان کی سطوت وجلالت اور عظمت وہیبت کے ناقابل انکار واقعات شرمندۂ بیان نہیں۔ شاہان جہاں کے تاج ان کے پیروں سے ٹھکراتے تھے۔ بڑے بڑے جبروت والے بادشاہوں کے تخت الٹ دیئے قیصر وکسریٰ کے محل میں انہیں کے نعرہ تکبیر نے زلزلہ ڈال دیا۔ جدھر رخ کرتے تھے فتح ونصرت ساتھ تھی

لیکن بصد آہ اگر آج تیرہ سو سال کے بعد اسلام کا لہلہاتا ہوا چمن باد مخالف اور سموم اختلاف بیجا سے پژمردہ ہو رہا ہے۔ اگر اس کی پرورش بربادی کے سپرد اور سرگشتہ مایوسی اور شکست سرا کا ماتم بن گیا ہے۔

اگر آج اس کی بربادی اور خستہ حالی کے افسانے دشمنوں کے قلوب کو مسرور کر رہے ہیں۔ اگر آج اسکی عبرت خیز اور غیرت انگیز خانہ ویرانی اور بے حرمتی اس کے متبعین کے جذبات کو برانگیختہ نہیں کرتیں۔ اگر ان کے پنجگانہ سجدے اور دعائیں غیر متاثر ثابت ہو رہی ہیں ان کی جگر سوز اور دلفگار آہیں خداوند کریم کی غیرت اور شان عفو کو متحرک نہیں کر سکتیں۔ اگر ان کے بخت خوابیدہ رحمت رحمۃ للعالمین سے محروم ہو رہے ہیں۔ اگر سماوی اور ارضی بلائیں ہر طرف سے ان کے اجڑے ہوئے جھونپڑوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ویران کر رہی ہیں۔ تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ مسلمان اصول ملت بیضا سے ناآشنا اور احکام شریعت غرہ سے برگشتہ ہو رہے ہیں۔

وزیر ہند پریس امرتسر میں قریشی محمد علی رونق ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے اپنے اہتمام سے چھپوا کر دفتر القریش ماتحہ شریف کنج امرتسر سے شائع کیا۔ ایڈیٹر محمد علی رونق